ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

22

www.tanzeem.org

28 جمادی الثانی تا 4 رجب المرجب 1432ھ/31 مئی تا 6 جون 2011ء


## اس شمارے میں


پس چہ باید کرد؟

دعوت دین اور معاشرے کے بااثر افراد

طاغوت کی حقیقت

جماعت سازی کی مسنون بنیاد: بیعت

ایک سالہ قرآن فہمی کورس
اہمیت وافادیت

اسلام کی قیمت بیس پنس

کیا ہمارے دل اب بھی نہ جھکیں گے؟

نظریہ ہی صاحبِ نظر بناتا ہے!

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں


انقلابی کارکنوں کا ایک اہم وصف

## ملامت ومخالفت سے بے پروائی

راہ حق میں ملامت مخالفانہ بھی ہوتی ہے اور ناصحانہ بھی۔ لوگ ہمدرد بن کر کہتے ہیں: میاں اپنے کیریئر کی فکر کرو، کچھ تو اپنے مستقبل کا خیال کرو، اپنی اولاد کے متعلق سوچو، بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں — تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ پاگل اور دیوانے ہوگئے ہو؟ کہ بس ایک دُھن تم پر سوار ہوگئی ہے، کچھ تو سوچو اور اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ یہ ناصحانہ انداز کی مخالفت ہے۔ دوسری مخالفانہ انداز کی ملامت ہوتی ہے: شیخ چلی کے خواب دیکھ رہے ہو! صدیوں سے جمے جمائے نظام کو بدلنے کے لیے کھڑے ہو رہے ہو؟ ہم نے اپنے آباء واجداد سے جو نظام ورثہ میں پایا ہے، اس کی مخالفت کر رہے ہو۔ کیا ہمارے اسلاف نادان تھے جو اس نظام کو قائم کر گئے اور کیا ہمارے موجودہ عمائدین وقائدین بیوقوف ہیں جو اس نظام کو چلا رہے ہیں؟ پھر ان کی سیادت وقیادت ہے، ان کا اثر ورسوخ ہے، ان کے ہاتھ میں قوت وطاقت ہے، ان کے مالی ومعاشی مفادات اس نظام سے وابستہ ہیں۔ تم مٹھی بھر سر پھرے کیا تیر مار لو گے؟ — ان دونوں ملامتوں سے کوئی اثر لئے بغیر اپنی توانائیاں، اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لیے لگانا، یہ ہے وہ اہم وصف جو سچے اہل ایمان میں ہونا ناگزیر ہے، جو غلبۂ دین حق کے لیے کوشاں ہوں۔

منہج انقلاب نبویﷺ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

الھدیٰ (466)

# سورۃ یونس

(آیات:1 تا3)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ۝١ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ
لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ۝٢ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ
اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ مَا مِنۡ شَفِيۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِهٖ ؕ ذٰ لِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ۝٣

’’الٓرٰ، یہ بڑی دانائی کی کتاب کی آیتیں ہیں۔کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈر سُنا دو اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے۔(ایسے شخص کی نسبت) کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔تمہارا پروردگار تو اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے، پھر عرش (تختِ شاہی) پر قائم ہوا۔وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے۔کوئی (اس کے پاس) اس کا اذن حاصل کئے بغیر (کسی کی) سفارش نہیں کرسکتا۔یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے تو تم اُسی کی عبادت کرو۔بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟‘‘

الٓرٰ۔یہ حروف مقطعات ہیں۔اس سے پہلے بالترتیب تین سورتوں کے آغاز میں الم، المر اور المص حروف مقطعات آئے ہیں۔وہاں اِن حروف مقطعات پر آیت مکمل ہوگئی تھی۔یہاں پر یہ آیت نہیں ہے، بلکہ آیت کا ایک حصہ ہے۔یہ چیزیں کسی حساب کتاب پر نہیں۔نہ کوئی قانون قاعدہ یہاں لاگو ہوتا ہے۔منطق، گرامر اور نحو کی یہاں کوئی بات نہیں۔یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے بتانے پر موقوف ہے۔اسی لیے ایسے امور کو توقیفی کہا جاتا ہے۔حروف مقطعات کے بعد فرمایا کہ یہ ایک بڑی حکمت بھری کتاب کی آیات ہیں۔اللہ الحکیم ہے۔اُس کی کتاب حکمتوں سے بھری پڑی ہے۔اللہ کے احکامات میں، اُس کی منع کردہ چیزوں میں حکمتیں ہیں۔بندۂ مومن کا اس بات پر پختہ یقین نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی اوامر و نواہی دیئے ہیں، اُن سے کوئی بھی خالی از حکمت نہیں ہے۔

کیا لوگوں کو اس پر بہت تعجب ہوگیا ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک انسانؐ پر وحی بھیج دی۔لیکن کس لیے بھیجی؟ اس لیے کہ وہ لوگوں کو خبردار کرے اور اہل ایمان کو بشارت دے کہ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں بہت اونچا مرتبہ ہے۔اس پر کافروں نے یہ کہا کہ یہ تو ایک صریح جادوگر ہے۔مگر اس میں کون سی تعجب کی بات تھی۔یہ تو اللہ کا فیصلہ ہے۔اللہ نے انسانوں میں سے ایک کو چنا اور پسند کرلیا ہے۔اس کے پاس اپنی وحی بھیجی ہے۔اس کو اس خدمت پر معمور کیا ہے کہ جو صحیح راستہ اختیار کرلے اُس کو بشارت دے اور جو غلط راستے پر اڑے رہیں اُن کو خبردار کردے۔

یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان اور زمین بنائی۔پھر وہ عرش پر متمکن ہوگیا اور وہ اپنے معاملہ کی تدبیر کرتا ہے۔شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’حجۃ اللہ البالغہ‘‘ کے پہلے باب میں اللہ تعالیٰ کے تین افعال پر بحث کی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ایک فعل ابداع ہے، یعنی کسی شے کو عدم محض سے وجود بخشنا۔دوسرا خلق ہے، یعنی کسی شے کو کسی دوسری شے سے بنانا۔تیسرا تدبیر ہے۔فرمایا، اللہ کائنات کا خالق و مالک ہے، مگر یہی نہیں کہ اُس نے اِسے پیدا کرکے یونہی چھوڑ دیا، بلکہ وہ تدبیرِ امر بھی فرما رہا ہے۔اللہ تعالیٰ کے اپنے نقشے ہیں۔اُس کی اپنی Planning اور مشیت ہے۔اُس کے مطابق وہ نظام چلا رہا ہے۔کوئی بھی شفاعت کرنے والا نہیں، مگر اُس کی اجازت کے بعد۔یہاں وہی بات دہرائی جارہی ہے جو سورۃ البقرہ میں آیت الکرسی میں آئی ہے یعنی شفاعت کا اثبات تو ہے مگر استثناء کے ساتھ ہے۔وہی ہے اللہ تمہارا رب، تمہارا مالک اور آقا۔بس تم اُسی کی بندگی اور پرستش کرو۔کیا تم نصیحت اخذ نہیں کرتے۔

فرمانِ نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

## کسی کو حقیر نہ جانو

عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((رُبَّ اَشۡعَثَ مَدۡفُوۡعٍ بِالۡاَبۡوَابِ لَوۡ اَقۡسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ)) (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چکٹ اور پراگندہ بال غریب' جسے دروازوں پر سے دھکیل دیا جاتا ہے اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کردیتا ہے۔‘‘

**تشریح:** اس سے مراد وہ غریب ہیں جو مال ومتاع سے محروم ہونے کی وجہ سے پریشان حال ہوتے ہیں۔ان کے سر کے بال میلے کچیلے اور بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔اگر وہ بالفرض کسی کھاتے پیتے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوں تو ان کو دھکے دے کر وہاں سے نکال دیا جاتا ہے۔وہ مالدار نہ ہونے کی وجہ سے پریشان حال تو ہوتے ہیں لیکن پریشان خاطر نہیں ہوتے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑے وقیع اور صالح ہوتے ہیں۔اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کسی کام کے ہونے کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی لاج رکھنے کے لئے ان کی بات پوری کردیتا ہے۔

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پس چہ باید کرد؟

تباہی و بربادی کا وہ راستہ جو نائن الیون کے بعد امریکی جنگ کا حصہ بن کر صدر مشرف نے پاکستان کے لیے چنا تھا، اُس پر موجودہ حکومت استقامت سے گامزن ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رفتار میں تیزی آتی جارہی ہے۔ امریکہ نے یہ آگ جلائی تھی، پھر پاکستانیوں کو بطور ایندھن استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ پاکستان کے عوام چیخ وپکار تو کررہے ہیں، روپیٹ تو رہے ہیں لیکن اِس آگ کا ایندھن بننے پر مجبور ہیں۔ امریکہ اپنے حواریوں سمیت آگ کے اِس الاؤ کے گرد وحشی جنگلیوں کی طرح تالیاں پیٹ رہا ہے اور ناچ رہا ہے، بالکل اُسی طرح جیسے کئی صدیاں پہلے کچھ بادشاہ اپنے مخالفین کو بھوکے شیروں کے پنجرے میں ڈال کر جام انڈیلتے اور قہقہے لگاتے تھے، لیکن ایک فرق ہے، بادشاہ کے یہ مخالف پکڑ دھکڑ کر زبردستی اِن پنجروں میں ڈالے جاتے تھے۔ پاکستان کے حکمران اپنے شہریوں کو اِس الاؤ میں جھونکتے ہوئے امریکیوں کے حضور کورنش بھی بجالارہے ہیں اور اُن کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ پھیلتی ہوئی آگ قبائلی علاقوں خیبر پختون خوا کے بازاروں، تھانوں، پنجاب کے میدانوں سے ہوتی ہوئی ہماری افواج کے زمینی اور سمندری ہیڈ کوارٹروں تک جا پہنچی ہے۔ لیکن مقتدر حلقے مشرف کے طے کردہ اُس راستے سے پلٹنے بلکہ مڑ کر پیچھے دیکھنے کو بھی تیار نہیں۔ اُنہیں امریکیوں نے دن رات ایک ہی سبق رٹایا ہے۔ طالبان، طالبان۔ آنکھوں پر امریکی عینکیں چڑھائے ہمارے حکمرانوں کو سوتے جاگتے طالبان ہی آگ لگاتے نظر آتے ہیں۔ ہمارے حکمران طالبان پر نظر جمائے ہوئے ہیں اور بندوقیں تانے ہوئے ہیں۔ پیچھے سے امریکی اور اُس کے حواری آگ اور بھڑکا دیتے ہیں۔ لوگ ہم جیسے غیر دانشوروں، اعلیٰ ٹیکنالوجی سے ناآشنا اور ناواقف بندوں سے مسلسل پوچھے جارہے ہیں، کب اور کیسے بُجھے گی یہ آگ؟ کون بجھائے گا یہ آگ؟ لیکن وہ ہم سے یہ نہیں پوچھتے کہ کون لگا رہا ہے یہ آگ؟ اس لیے کہ وہ اپنی تمام تر سادہ لوحی کے باوجود اپنے دشمن کو جانتے اور پہچانتے ہیں، اِسی لیے اُس سے نفرت بھی کرتے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ کھلا راز جانتے حکمران بھی ہیں، لیکن ڈالروں کی چمک اور کرسی کی ہوس نے ذہن کو ماؤف اور منہ کو بند کر رکھا ہے۔ اُن کے جسم اُن کے ضمیر کے تابوت بن چکے ہیں۔ اُن پر قرآن کا یہ فتویٰ صدفی صد منطبق ہورہا ہے کہ وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، پس وہ لوٹ نہیں سکتے۔ لیکن چونکہ اللہ ربّ العالمین نے اِسی کتابِ زندہ میں ہمیں ہدایت فرمائی ہے اور ہمیں اپنی رحمت سے مایوس ہونے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا ہم کلمہ حق کہتے رہیں گے جب تک منہ میں زبان ہے، جب تک جان میں جان ہے۔ چاہے سروں پر سنگینوں کے سائے ہوں، چاہے قلم میں اپنا خون بھرنا پڑے۔

اِن پوچھنے والوں کی خدمت میں پہلی گزارش یہ ہے کہ اگرچہ حکمران اللہ کے بڑے اور اولین مجرم ہیں لیکن بریٔ الذمہ کوئی پاکستانی مسلمان نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو عمارت اپنی بنیادوں پر کھڑی نہیں کی جائے گی اُس کے زمین بوس ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟ ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں ایک خطہ ارض عطا فرما دے، ہم اُسے اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے، ہم دورِ ملوکیت میں اسلام کے چہرے پر پڑے ہوئے پردے ہٹا دیں گے۔ کیا کچھ نہیں ہم نے کہا تھا۔ ہم نے تو پاکستان کا مطلب ہی یہ بتایا تھا کہ ’’نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔‘‘ اِسی لیے یہ مملکت خداداد کہلائی اور اُس نے رمضان کی ایک مقدس رات ہمیں یہ پاک خطہ عطا فرمایا۔ لیکن پھر ہم منحرف ہوگئے، ہم نے اعراض برتا، ہم نے منہ پھیر لیا۔ دنیا کی چکا چوند نے ہماری آنکھیں چندھیا دیں۔ لہٰذا کرنے کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم غلطی کا اعتراف کریں اور رجوع کریں۔ ہم


تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

## ندائے خلافت

28 جمادی الثانی تا 4 رجب المرجب 1432ھ — جلد 20
31 مئی تا 6 جون 2011ء — شمارہ 22

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر ’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے


’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

لوٹیں، ہم توبہ کریں، اللہ رحیم وکریم بھی ہے اور توّاب بھی۔ اصولی طور پر یہ توبہ حکومت کی سربراہی اور امامت میں ہونی چاہیے۔ بعد ازاں فوری اقدام کے طور پر حکومت ایک آل پارٹیز کانفرنس بلائے، جس میں پاکستان کی تمام مقتدر قوتیں سیاسی و مذہبی جماعتیں موجود ہوں اور وہ سر جوڑ کر بیٹھیں۔ سب سے پہلے اِس کنفیوژن کو دور کریں جو میڈیا نے پیدا کر دیا ہے کہ ہمارا دشمن ہے کون؟ اُسے Identify کریں، اِس لیے کہ اِس حوالہ سے اب کون سا ابہام رہ گیا ہے؟ ریمنڈ ڈیوس، سانحہ ایبٹ آباد اور پی این ایس مہران میں دشمن کے سپیشل فورسز کے کمانڈوز کی ماہرانہ کارروائی سے اب بات واضح ہوگئی ہے کہ وہی قوتِ ثلاثہ امریکہ کی سربراہی میں دوستی اور اتحاد کی آڑ میں پاکستان میں دہشت گردی اور خونریزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ لہٰذا عملاً پہلا کام یہ کیا جائے کہ افغان جنگ کے حوالہ سے امریکہ سے معذرت کر لی جائے کہ ہمیں اِس میں مزید نہ گھسیٹا جائے۔ مصیبت یہ ہے کہ جب اس جنگ سے کنارہ کشی کا کہا جاتا ہے تو ہمارا سیکولر طبقہ چیخ اُٹھتا ہے: کیا ہم امریکہ سے جنگ کریں گے؟ وہ سپریم پاور آف دی ورلڈ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کون سا عالمی قانون اور ضابطہ ہے کہ ہمیں مجبور کیا جائے کہ ہم امریکہ کے اتحادی بنیں اور جنگ سے الگ ہونا امریکہ سے جنگ مول لینا کیوں ہے؟ دوم یہ کہ وہ تمام ہوائی اڈے جو امریکہ کو دیئے گئے تھے، امریکہ سے واپس لیے جائیں۔ پھر یہ کہ اگر امریکہ ڈرون حملے بند نہ کرے تو جیسا کہ فضائیہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ ہم ڈرون گرا سکتے ہیں، یہ حملے بزور بازو بند کیے جائیں۔ ایک مناسب وقت یعنی ہفتہ دس روز کا وقت دے کر نیٹو سپلائی بند کر دی جائے۔ اِس کے علاوہ بھی کسی قسم کی لاجسٹک سپورٹ نہ مہیا کی جائے۔ انتہائی اہم نکتہ یہ ہے کہ امریکی امداد سے توبہ کریں۔ بعض عناصر اس حوالہ سے بھی ڈراتے ہیں، حالانکہ جب ایٹمی دھماکوں کے نتیجہ میں ہماری امداد بند ہوئی تھی تب بھی ہم زندہ رہے تھے۔ ماضی میں ہماری حکومت نے جو حماقتِ عظمیٰ کا مظاہرہ کیا تھا کہ بے شمار امریکیوں کو راتوں رات بغیر سیکیورٹی کلیرنس کے ویزے دے دیئے گئے تھے، اس حوالہ سے چونکہ ریمنڈ ڈیوس جیسے لوگوں کو ڈھونڈ نکالنا انتہائی مشکل ہوگا لہٰذا جب تک حالات نارمل نہ ہو جائیں امریکی سفارت خانہ کے عملہ اور قونصل خانوں کے عملہ کے علاوہ تمام امریکیوں کو ملک سے نکل جانے کا حکم دیا جائے اور سفارتی عملے کی نقل و حمل پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ چین سے سٹریٹیجک تعلقات کو بلند ترین سطح پر لے جایا جائے۔ ہم نے امریکی خواہش پر گوادر کی بندرگاہ سنگاپور کے حوالے کر دی ہوئی ہے۔ امریکہ اس بندرگاہ کو بائی پراکسی چلا رہا ہے۔ سنگاپور کی فرم نے معاہدے کی کئی بار خلاف ورزی کی ہے۔ معاہدے کے مطابق اُسے آپریٹ بھی نہیں کیا۔ لہٰذا اُس سے معاہدہ منسوخ کر کے چین کے ساتھ تعاون سے اس بندرگاہ کو آپریٹ کیا جائے۔ ہندوستان سے اُس وقت تک کسی قسم کے مذاکرات نہ کیے جائیں جب تک وہ افغانستان میں قائم تربیتی کیمپ ختم نہ کرے جہاں سے پاکستان میں دہشت گردی اور تخریب کاری کے لیے لوگوں کو گھسایا جاتا ہے اور اُس سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ کشمیر میں ظلم وستم بند کرے اور وہاں کے عوام کی رائے کا احترام کرے۔ ہماری سرزمین سے کسی دوسرے ملک میں کسی نوعیت کی دہشت گردی یا تخریب کاری نہ ہو اور اِسے سختی سے مانیٹر کیا جائے۔ پاکستان کی موجودہ حکومت اپنی توبہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے پاکستان میں اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی قائم کرے، وگرنہ اُس کا حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں اور ایسے لوگوں کو برسراقتدار لایا جائے جن کی اولین ترجیح پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہو۔ ہماری رائے میں ''پس چہ باید کرد'' کا یہی جواب ہے کہ نظریاتی سطح پر ہم صراطِ مستقیم پر آئیں اور عملی طور پر مذکورہ بالا اقدام کریں تو اللہ کی مدد آئے گی اور جب اللہ کی مدد آئے گی تو تمام دنیا مل کر بھی اسلامی فلاحی پاکستان کو میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گی۔ وما علینا الا البلاغ!

**پریس ریلیز-23-مئی2011ء**

## جی ایچ کیو اور پی این ایس مہران پر دہشت گردی کی کارروائیاں اس لیے کی جا رہی ہیں تا کہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات بھی غیر محفوظ ہیں

### حافظ عاکف سعید

امریکی نائن الیون کے بعد امریکا کا فرنٹ لائن اتحادی بننے کی پاداش میں پاکستان کو آئے دن نائن الیون کا سامنا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے کراچی میں پی این ایس مہران پر دہشت گردوں کے حملے کا ذکر کرتے ہوئے کہی۔ اس حملہ کے نتیجہ میں جانی و مالی نقصان کا ابھی کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اُنھوں نے کہا کہ جو اورین طیارے دہشت گردوں کے حملہ کی زد میں آئے اُن کی قیمت کئی ارب روپے تھی، لیکن اس سے بھی اہم اور تشویشناک بات یہ ہے کہ ہماری انتہائی حساس تنصیبات بھی اب دشمنوں کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جی ایچ کیو اور پی این ایس مہران پر دہشت گردی کی کارروائیاں اس لیے کی جا رہی ہیں تا کہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات بھی غیر محفوظ ہیں۔ اور دہشت گرد کسی وقت اُن تک بھی پہنچ سکتے ہیں، جس سے عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات تک دہشت گردوں کی رسائی سے قبل عالمی سطح پر کوئی کارروائی کر کے عالمی امن کو محفوظ بنایا جاسکے۔ انھوں نے کہا کہ روز روز ذلیل و رسوا ہو کر مرنے کی بجائے اللہ پر توکل کرتے ہوئے دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ سے چھٹکارا حاصل کیا جائے اور پاکستان اور اسلام دشمن قوتوں کا کھل کر مقابلہ کیا جائے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم شہادت کی تمنا لے کر میدان میں کودیں گے تو اللہ ہمیں فتح مبین سے نوازے گا۔ باطل کو شکستِ فاش ہوگی اور ہمیں غازی بننے کا اعزاز حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

# دعوت دین اور معاشرے کے بااثر افراد

ضمیر اختر خان

انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت اسلام کو سب سے پہلے معاشرے کے بااثر افراد کے سامنے پیش کیا، اور ان کی اصلاح کو عوام کی اصلاح کا ذریعہ بنایا۔ قرآن مجید میں اس اسلوبِ دعوت کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ قرآنی مثالیں پیش کرنے سے پہلے ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، وہ یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی دعوت کا اولین ہدف جب قوم کے ارباب اثر کو بناتے ہیں تو اُن کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسانوں کے مابین عدم مساوات، طبقاتی تفریق اور اونچ نیچ کو درست سمجھتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ اس طرح کا کوئی بھی تصور انبیاء کرام علیہم السلام کے مقام بلند سے ہرگز میل نہیں کھاتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام تمام انسانوں کو اللہ جل جلالہ کی مخلوق اور آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہونے کے ناتے ایک وحدت میں پرونے کا مشن لے کر آتے ہیں۔ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے موقف کی ترجمانی کا حق ادا کرتا ہے۔ فرمایا ”کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے“۔ (بحوالہ خطبہ حجۃ الوداع) فضیلت کی ایک ہی بنیاد اللہ کے ہاں قابل قبول ہے اور وہ تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ چونکہ دل کی کیفیت کا نام ہے لہٰذا ظاہری طور پر اللہ نے انسانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں رکھی۔ بطور جنس سارے انسان برابر ہیں۔ کوئی پیدائشی بڑھیا گھٹیا نہیں۔ اس کے باوجود دو انسان ایک جیسے نہیں۔ حتیٰ کہ ایک ماں باپ کی اولاد میں فرق پایا جاتا ہے۔ یہ فرق ظاہری بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی۔ اسی بنا پر کچھ لوگ دوسروں کے قائد بن جاتے ہیں۔ دوسرے ان کی بلا چون وچرا پیروی کرنے لگتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی دعوت میں بس اِسی چیز کا خیال رکھتے ہوئے پہلے انہی لوگوں پر توجہ دیتے ہیں جو معاشرے میں اپنا اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے خود اپنے اس خاندان کو دعوت دی جو قوم کی مذہبی پیشوائی کی مسند پر متمکن تھا۔ پھر اس بادشاہ کو دعوت دی جس کے ہاتھوں میں سیاسی اقتدار کی باگ تھی، اور جو اپنے آپ کو لوگوں کی زندگی اور موت کا مالک سمجھے ہوئے بیٹھا تھا، فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾ (البقرہ:258)

”کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے، اس کے رب کے باب میں، اس وجہ سے حجت کی کہ اللہ نے اس کو اقتدار بخشا تھا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ سب سے پہلے فرعون کو مخاطب کریں۔

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِیَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾﴾

(النازعات)

”تم فرعون کے پاس جاؤ، اس نے بہت سر اٹھایا ہے۔ اس سے کہو کہ کیا تم میں کچھ اپنے کو سدھارنے کا جذبہ ہے؟ کیا میں تمہیں تمہارے رب کی راہ دکھاؤں کہ تم اس سے ڈرنے والے بنو؟“

اسی طرح حضرات نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، سب کی دعوتیں قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ ان میں سے ہر نبی نے سب سے پہلے وقت کے ارباب اقتدار اور متکبرین کو جھنجھوڑا اور ان کے افکار ونظریات پر ضرب لگائی۔ سب سے آخر میں حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپؐ کو حکم ہوا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبردار کرو۔ یہ لوگ عرب کی مذہبی اور پدرسرانہ (Patriarchical) حکومت کے ارباب حل وعقد تھے اور اس واسطہ سے سارے عرب کی اخلاقی اور سیاسی رہنمائی کر رہے تھے۔ عرب کے علاوہ بقیہ دنیا کو دعوت دینے کے لئے بھی آپؐ نے ”امت وسط“ کو جو طریقہ بتایا وہ یہ تھا کہ آپؐ نے متعدد سلاطینِ عالم کو خطوط لکھے اور اسلام کو پہلے ان کے سامنے پیش کیا اور ان سے مطالبہ کیا کہ ”اسلام لاؤ، سلامت رہو گے، ورنہ تمہاری اور تمہارے زیردستوں، دونوں کی گمراہی کی ذمہ داری تم پر آئے گی۔“ یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ بعد میں امت کے ارباب حل وعقد دعوت عام کے لیے اسی طریقہ کی پیروی کریں اور خلافت راشدہ کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی طریقہ پر تبلیغ عام کی وہ ذمہ داری ادا کی جو ان پر شہداء علی الناس کی حیثیت سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ڈالی گئی تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے کوئی شخص، جس نے انبیاء کی تاریخ پڑھی ہو، انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن ساتھ ہی اس واقعہ سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جن کے بام ودر پر آفتاب ہدایت کی کرنیں سب سے پہلے پھیلتی ہیں تقدیر کی نیرنگی سے قبول ہدایت میں سب سے پیچھے وہی رہتے ہیں۔ حبش کے بلال رضی اللہ عنہ، روم کے صہیب رضی اللہ عنہ، فارس کے سلمان رضی اللہ عنہ اور مدینہ کے کسان دُور دُور سے آتے ہیں اور داخل اسلام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن قریش کے لیڈر ابولہب، ابوجہل، امیہ بن خلف وغیرہ اور طائف کے اشراف جن کے سامنے اللہ کے رسول ﷺ شب و روز دعوت حق بلند کرتے ہیں، اس برکت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ان میں سے اگر فیض پاتے بھی ہے تو وہ غریب عوام جن کی طرف ابھی دعوت کا خطاب براہ راست نہیں، بلکہ بالواسطہ ہے۔ جو لوگ ترتیب دعوت میں پیچھے ہیں وہ قبول دعوت میں آگے ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ بات پوری ہو کے رہتی ہے کہ ”کتنے ہیں جو آگے ہیں، وہ پیچھے رہ جائیں گے اور کتنے ہیں جو پیچھے ہیں وہ آگے ہو جائیں۔“ لیکن اس واقعہ کے باوجود حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی دعوت کی ترتیب نہیں بدلتے اور عامۃ الناس کو اس وقت تک براہ راست مخاطب نہیں کرتے جب تک وقت کے کارفرما عناصر اور لیڈر حضرات اپنی ضد اور ہٹ دھری سے ان کو مایوس نہ کریں۔ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی بعثت کے بعد برابر علمائے یہود کے جمود پر ضربیں لگاتے رہے لیکن ایک عرصہ کی جدوجہد

کے بعد بھی جب ان کے کبر و غرور اور پندار سیاست کی چٹان نہ ٹوٹی تو وہ ان کو چھوڑ کر جھیل کے کنارے ماہی گیروں کے پاس چلے گئے اور ان کو دعوت دی کہ ''اے مچھلیوں کے پکڑنے والو! آؤ، میں تمہیں آدمی کا پکڑنے والا بنادوں۔'' بعینہٖ یہی صورت حال آنحضرت ﷺ کی دعوت میں بھی نظر آتی ہے۔

آپؐ نے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قریش کو دعوت دی، جو سارے عرب کے مذہبی و سیاسی پیشوا تھے۔ ان کے سرداروں میں سے ایک ایک کے سامنے اللہ کے دین کو پیش کیا۔ جب ان کی طرف سے نفرت اور مخالفت کا مظاہرہ ہوا، تو آپؐ نے ان کے قبولِ اسلام کے لئے دعائیں بھی کیں۔ ان میں سے بعض بعض کے لئے جو قوم میں خاص اہمیت رکھتے تھے، آپؐ نے تعیین کے ساتھ نام لے کر بھی دعا فرمائی۔ مثلاً آپؐ نے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! عمرؓ یا ابوجہل کے اسلام سے اسلام کی دعوت کو قوت دے۔'' ان لوگوں کے قبول اسلام کی خواہش آپؐ پر اس قدر غالب تھی کہ اس جوش میں آپؐ کو اپنے ضروری آرام کا خیال رہتا۔ لیکن ان کی ساری باتوں کے باوجود آپؐ ایک مدت تک انہی لوگوں کے ساتھ مشغول رہے اور ان کے ہر قسم کے طعن وطنز، تحقیر و استہزا اور عناد و اختلاف کو برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ جب اتمام حجت کا حق ادا ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان لوگوں پر زیادہ توجہ دینے سے روک دیا اور صرف ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا جو یا تو ایمان لا چکے تھے یا جن سے توقع تھی کہ اگر ان کو کوئی نصیحت کی جائے تو چونکہ وہ لیڈری کے مخصوص امراض سے پاک ہیں اس وجہ سے سنیں گے اور مانیں گے۔

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا اپنی دعوت میں یہ ترتیب اختیار کرنا محض ایک اتفاقی واقعہ نہیں ہے، بلکہ اس کے کچھ خاص اسباب ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ واضح سبب تو یہ ہے کہ عوام الناس علم و عمل اور اخلاق و کردار میں ان لوگوں کے تابع ہوا کرتے ہیں جو سوسائٹی میں اثر واقتدار رکھتے ہوتے ہیں۔ مشہور ہے کہ 'الناس علی دین ملوکھم' (لوگ ارباب اقتدار کے دین پر چلتے ہیں)۔ اس وجہ سے اگر ارباب اقتدار اصلاح قبول کر لیں تو عوام الناس بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں اور اگر یہ بگڑے رہیں تو عوام الناس تو کوئی اصلاح قبول نہیں کرتے اور اگر قبول کر بھی لیتے ہیں تو اس کا اثر بہت جلد اثر جایا کرتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام عوام و خواص دونوں کو یکساں محبت و ہمدردی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور دونوں کے لئے یکساں طور پر اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنی اپنی بیماریوں سے پاک ہو کر صحت قبول کر لیں۔ البتہ اصلاح کی اس جدوجہد میں وہ اونچے طبقات کی اصلاح کو مقدم رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت انہی کی بیماریاں ہوتی ہیں جن کی چھوت سے دوسرے بیمار ہوئے ہوتے ہیں۔ پس ان کے علاج کی فکر وہ پہلے کرتے ہیں، تاکہ ان کے تندرست ہو جانے کے بعد دوسروں کے علاج میں کچھ زیادہ زحمت باقی نہ رہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی دعوت سب سے پہلے ذہین طبقہ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس طبقہ میں سے جو لوگ ذہانت کے ساتھ سیرت کی بلندی بھی رکھتے ہیں وہ جب اس دعوت کو قبول کر لیتے ہیں تو ان کی تائید سے دعوت کی قوت دوچند ہو جاتی ہے۔

خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا۔ (صحیح البخاری)

''جو ان کے اندر جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ثابت ہوں گے بشرطیکہ وہ حق کو سمجھ جائیں۔''

میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ اسی طریق دعوت کی برکت تھی کہ اسلام کو حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے لوگ مل گئے۔ جنہوں نے ایک طرف تو اپنی ذہانت کی وجہ سے اصل دعوت کی فکری روح کو اس طرح اپنے اندر جذب کر لیا کہ وہ بذات خود اصل دعوت کے شارح و مفسر بن گئے اور دوسری طرف اپنے کردار کی بلندی کی وجہ سے اپنے اندر وہ ایسی ہمت مردانہ رکھتے تھے کہ اس دعوت کی اساس پر انہوں نے ایک پورا نظام اجتماعی مرتب کر کے اس کو چلا دیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ اسلام عملی حیثیت سے یہ کچھ چاہتا ہے۔ یہ طبقہ مادی اعتبار سے بھی برتر ہوتا ہے۔ یہ مادی برتری فی نفسہٖ کوئی بُری چیز نہیں ہے کہ اس سے لازماً نفرت ہی کی جائے۔ اس کے اندر برائی کا اگر پہلو ہے تو صرف اس صورت میں ہے جب یہ باطل کی تائید و تقویت کا ذریعہ ہو۔ اگر باطل کے بجائے یہ حق کی تائید و تقویت کا ذریعہ بن جائے تو جس طرح سلیمان علیہ السلام کی شوکت اور ذوالقرنین کی سلطنت ایک نعمت و برکت تھی اسی طرح ہر مادی برتری اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو قریش کے ارباب جاہ کو حق کی دعوت پہنچانے میں جو اس قدر انہماک تھا اس میں جہاں اور پہلو مدنظر تھے وہاں خاص طور پر یہ چیز بھی پیش نظر تھی کہ اگر یہ لوگ دعوت قبول کر لیں گے تو جن مادی اسباب و وسائل پر یہ قابض ہیں، وہ آپ سے آپ حق کی نصرت و اعانت کے لئے وقف ہو جائیں گے۔ اس سے ایک طرف تو یہ ہوگا کہ باطل کے ہاتھوں میں سے ایک بہت بڑی طاقت چھن جائے گی اور دوسری طرف یہ ہوگا کہ یہی طاقت باطل کے خلاف لڑنے کے لئے حق کے ہاتھوں میں ایک زبردست تلوار بن جائے گی۔

یاد رہے کہ دوسروں میں اور انبیاء کرام علیہم السلام میں یہ فرق ہے کہ ان کے یہاں یہ چیز اتنی اہمیت کبھی نہیں حاصل کرتی کہ اس کے آگے خود اصل مقصد غیر اہم ہو کر رہ جائے۔ اس وجہ سے جس منزل میں یہ خواہش اپنی اصلی حد سے متجاوز ہونے لگتی ہے، وہاں اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو روک دیتا ہے کہ تم کفار کے مال و جاہ کی طرف نظر نہ اٹھاؤ، تمہاری دعوت اپنا زاد و راحلہ اور اپنی حفاظت و ترقی کے سروسامان خود اپنے ساتھ رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہاری دعوت کا خود کفیل ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾﴾ (طٰہٰ)

''اور ان کی بعض جماعتوں کو آسائش زندگی کی جس رونق سے ہم نے ان کی آزمائش کے لئے بہرہ مند کر رکھا ہے، اس کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ اور تمہارے رب کا رزق بہتر اور پائیدار ہے اور اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دو اور اس پر جمے رہو۔ ہم تم سے رزق کا مطالبہ نہیں کرتے۔ ہم تم کو رزق دیں گے اور انجام کار کی فیروزمندی تقویٰ کے لیے ہے۔''

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام دنیا میں ایک ایسے نظام حق کو برپا کرنے کے لئے آتے ہیں جس کی بنیاد اللہ کی بندگی، ایماندارانہ تنقید، بے رو رعایت احتساب، اجتہاد اور شوریٰ پر مبنی ہو نہ کہ شخصیت پرستی پر۔ اس وجہ سے قدرتی طور پر وہ سب سے پہلے لوگوں کو تلاش کرتے ہیں جن کی طبیعت میں کم از کم اتنی بلندی ہو کہ وہ اشخاص کے پیچھے چلنے کے بجائے اپنی فکر و رائے کے پیچھے چل سکیں۔ جن لوگوں کے اندر یہ جوہر نہ ہو وہ اس مقصد کے

لئے بے کار ہیں جس کو لے کر حضرات انبیائے کرام ؑ آتے ہیں۔ یہ جوہر رکھنے والے اشخاص یوں تو ہر طبقہ کے اندر ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں، لیکن جواہرات کی تلاش بہر حال پہلے معدن ہی میں کی جاتی ہے، نہ کہ گھورے پر۔ اس وجہ سے اپنے مقصد کے آدمی چھانٹنے کے لئے وہ سوسائٹی کے ذہین طبقہ ہی کو مخاطب کرتے ہیں۔ وہ شروع ہی میں ان لوگوں کے افکار و نظریات پر حملہ کرتے ہیں، جن کی قیادت میں سوسائٹی کا نظام چل رہا ہوتا ہے۔ اور کچھ دنوں کی کشمکش کے بعد وہ ایک طرف تو وقت کے اخلاقی، سیاسی اور مابعد الطبیعی فلسفہ کی جڑیں اکھاڑ کے رکھ دیتے ہیں اور دوسری طرف ان لوگوں کو زچ کر دیتے ہیں جو اس غلط فلسفہ پر نظام اجتماعی و سیاسی کو چلا رہے ہوتے ہیں۔ اس دوران میں عوام الناس تقریباً غیر جانبدار رہ کر اس ساری کشمکش کا نہایت غور سے مطالعہ کرتے ہیں اور اندازہ کرتے ہیں کہ اس معرکہ میں حق کس کی جانب ہے۔ بعض پر جو ذہین ہوتے ہیں پہلے مرحلہ میں واضح ہو جاتا ہے کہ حق پیغمبر کے ساتھ ہے اور وہ اس کو قبول بھی کر لیتے ہیں۔ باقی جو زیادہ ذہین نہیں ہوتے، کچھ عرصہ تک تذبذب میں مبتلا رہتے ہیں۔ لیکن جب یہ کشمکش اس مرحلہ میں پہنچتی ہے جس مرحلہ میں باطل اپنی حمایت اور حق کے ابطال کے لئے اوچھے ہتھیاروں کے استعمال پر اتر آتا ہے تو ان کے سامنے بھی حق بالکل واضح ہو کر آجاتا ہے اور وہ بھی اس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں۔ عوام الناس کے یہ دونوں گروہ حق کو قبول کرنے میں کچھ آگے پیچھے ہوتے ہیں، لیکن دونوں ہی اس کو علیٰ وجہ البصیرت قبول کرتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ اُن کے دلوں پر سے حق کے مخالفین کا رُعب بالکل اٹھ چکا ہوتا ہے۔ یہ دیکھ چکے ہوتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس اپنے رویہ کو جائز ثابت کرنے کے لئے ہٹ دھرمی اور ضد کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان کی مکاری، خودغرضی اور جعلسازی بھی ان کی نگاہوں کے سامنے پوری طرح آجاتی ہے۔ اس وجہ سے ان کی دیرینہ قیادت اور سابقہ عظمت کا احترام بھی ان کے دلوں سے نکل جاتا ہے۔ یہ بصیرت ان کے اندر احساس کمتری کے بجائے ایک احساس برتری پیدا کر دیتی ہے اور وہ ''بڑوں'' کی مخالفت سے جھجکنے اور ڈرنے کی جگہ ان کے مقابل میں حق کی حمایت کرتے ہوئے ایک غیر معمولی رفعت کا احساس کرتے ہیں۔ یہ چیز ان کو ذہنی اور اخلاقی پہلو سے اتنا اونچا کر دیتی ہے کہ اگرچہ ان کی تعداد تھوڑی ہو، اگرچہ ان کی تلواریں چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی ہوں، اگرچہ ان کے تیروں پر تنکوں کی پھبتی چست کی جاتی ہو، لیکن بڑے بڑے غرق آہن سورماؤں اور حسب و نسب اور جاہ و جلال رکھنے والے صنادید کے مقابل میں ان کو لا کر ان کے ذریعہ سے بدر کا معرکہ سر کیا جا سکتا ہے۔ (اخذ و استفادہ، دعوت دین اور اس کا طریق کار از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

درحقیقت کسی دعوت کی پائیداری کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ ذہین اور اونچے طبقہ کے لوگوں میں سے اس کے لئے کارکن ملیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا ہے تو اس دعوت کو پائیداری مشکل ہو جاتی ہے اور اہل بدعت بہت جلد اس میں رخنے پیدا کر کے ساری دعوت کو خراب کر ڈالتے ہیں۔ خوش قسمتی سے مکے میں ہی اسلام کو قبول کرنے والے حضرات ابوبکر و عمرؓ جیسے ذہین لوگ تھے، اس وجہ سے اہل بدعت اس میں بآسانی رخنہ نہ پیدا کر سکے۔ بلکہ جہاں تک اسلام کی اصل دعوت کا تعلق ہے وہ ہزار ہا انقلابات اور ہزار ہا گردشوں اور اہل بدعت کی فتنہ انگیزیوں کے باوجود آج تک جوں کی توں باقی ہے۔ حضرات انبیائے کرام ؑ کا طریق دعوت ہمیشہ یہ رہا ہے کہ انہوں نے پہلے ذہین طبقہ کو مخاطب کیا اور یہی طریقہ ان تمام حالات میں نتیجہ خیز ہو سکتا ہے جب کہ کسی جزوی اصلاح کی جگہ کلی اصلاح کی ضرورت درپیش ہو۔ اگر کسی جگہ اسلام کا نظام حق قائم ہو اور اس کے اندر کوئی جزوی خرابی پیدا ہو گئی ہو اور اس کی اصلاح کرنی ہو تو اس صورت میں بلاشبہ صرف اسی گروہ کو مخاطب کیا جائے گا جو مذکورہ خرابی کا ذمہ دار ہے۔ لیکن جہاں سرے سے اسلامی نظام قائم ہی نہ ہو اور کسی جزوی اصلاح کی جگہ کلی اصلاح کا معاملہ درپیش ہو، وہاں لازم ہے کہ حضرات انبیاء کرام ؑ کے طریق پر دعوت عام دی جائے اور اس دعوت میں سب سے پہلے اس ملک کے ذہین اور کارفرما عناصر کو خطاب کیا جائے، عام اس سے کہ وہ مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتے ہوں یا غیر مسلموں سے۔ پاکستان میں دینی سیاسی جماعتوں کو بالخصوص اور علماء کرام و داعیان دین کو بالعموم انبیاء کرامؑ کے متذکرہ بالا طریق دعوت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، مقتدر طبقوں، جن میں حکومتی اہل کار بشمول صدر و وزیراعظم، وزراء، اعلیٰ عدلیہ کے ذمہ داران اور مسلح افواج کے سربراہان تک کو دین اسلام کے تقاضے اس طرح سمجھانے چاہئیں تاکہ ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ جن حضرات نے دین اسلام کی سربلندی کے لیے انتخابی سیاست کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے ان کے لیے بھی لازمی ہے کہ وہ اپنے سیاسی حلیفوں/حریفوں کے سامنے اسلام کو بحیثیت نظام عدل اجتماعی پیش کریں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ اپناتے ہوئے بطور اتمام حجت پیش کریں، تاکہ وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور یہ عذر پیش نہ کر سکیں کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ دین کو اجتماعی زندگی میں بھی نافذ کرنا تھا۔ ہمارے سربراہان مملکت و حکومت اور سیاست دان اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں مگر بدقسمتی سے ان کے اوپر لادینیت (Secularism) کا جادو چل گیا ہے، اس لیے وہ اسلام کے نظام اجتماعی کے حوالے سے شکوک و شبہات کا شکار ہیں۔ ان کی غلط فہمی دور کرنا نبی ﷺ کے وارثوں کا کام ہے۔ اللہ توفیق دے۔

## بقیہ: طاغوت کی حقیقت

حد بندیوں کو توڑنا ہوگا۔ موجودہ نظام خدا کی بغاوت پر مبنی ہے، لہٰذا یہ طاغوتی نظام ہے، اعتقادی سطح پر بھی اور عملاً بھی۔ قیامِ پاکستان کو 65 سال کا عرصہ ہونے کو ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ملک کا نظام اور آئین اسلامی ہے تو پھر ابھی تک دین کا غلبہ کیوں نہیں ہوا۔ باطل اور طاغوتی نظام کے حامی اور سرپرست درحقیقت ''اولیاء الطاغوت'' ہیں جبکہ جبر کے نظام میں مجبور و مقہور عوام ''عبد الطاغوت'' کی حیثیت رکھتے ہیں، تاہم یہ بات ہمارے ذہن میں رہنی چاہیے بقول سید قطب شہیدؒ کہ ہم داعی ہیں، قاضی نہیں۔

اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد صرف علمائے دین اور دینی جماعتوں اور تحریکوں ہی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ ہر مسلمان کا دینی اور شرعی فریضہ ہے۔ یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی ریاست میں حکومت کا اصل فریضہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی تنفیذ ہے۔ اگر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات تنفیذ کے لیے پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت یا کسی طرح کی منظوری کے محتاج ہوں تو یہ طاغوت ہے جس کا انکار ایمان کا تقاضا ہے۔

# طاغوت کی حقیقت

مولانا حمید حسین

کسی شخص کے صاحب ایمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور ﷺ کی جملہ تعلیمات کو اپنائے۔ عقائد، عبادات، رسومات اور اجتماعی زندگی میں ہر سطح پر اسوۂ حسنہ پر عمل ہی سے دنیا میں کامیابی اور آخرت میں فلاح کا حصول ممکن ہے۔ امت کی حالت کا اگر مشاہدہ کیا جائے تو ہر صاحبِ فکر اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ خرابی پوری امت میں سرایت کر چکی ہے۔ اس خرابی کی اصلاح اور درستی کی کوشش کرنا وقت کا اہم ترین فرض اور دینی تقاضا ہے۔

کلمہ طیبہ کو تسلیم کر لینے کے بعد کسی مسلمان کے پاس یہ اختیار اور آزادی نہیں رہتی کہ میں بندگی کروں، نہ کروں، میں احکام شریعت تسلیم کروں، نہ کروں بلکہ ہر مسلمان کی زندگی کا مقصود و مطلوب ہی شرعی احکامات کی پابندی ہے اور ان احکام پر عمل کرنے سے ہی ہم مسلمان کہلا سکتے ہیں۔ یہی وہ عظیم مشن ہے جس کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث فرمایا، لیکن اگر میری اور آپ کی زندگی کا مشن اور مقصد کچھ اور ہے تو پھر اسلام سے وفاداری اور شریعت کی اتباع کا تقاضا پورا نہیں ہو سکتا۔ ایک مسلمان اگر واقعی مسلمان رہنا چاہتا ہے تو پھر اسلامی شریعت پر عمل کرنا لازم اور فرض ہے۔ اس حوالے سے کوئی اور مؤقف اختیار کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

حیاتِ انسانی کے انفرادی اور اجتماعی پہلو کے حوالے سے دیکھا جائے تو رسولوں کی بعثت، کتابوں کا نزول، معجزات کا ظہور، کائنات کی تخلیق، انسان کی آفرینش سب کا ایک ہی مقصد تھا اور ہے اور یہ عظیم مقصد انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنا ہے، تاکہ انسان اپنے خالق و مالک کا پسندیدہ بن جائے۔ اسے ''راضیۃ مرضیۃ'' کا مقام حاصل ہو جائے اور جنت اس کا مقدر بن جائے۔ دینِ اسلام ہی کائنات کا سب سے بڑا حق ہے۔ حق کے ساتھ وابستگی کا تقاضا ہے کہ ہم اسے عملاً غالب و نافذ کرنے کی جدوجہد کریں۔ حق کا تقاضا ہے کہ یہ غالب ہو، اسے سربلندی حاصل ہو، اسے بالادست تسلیم کیا جائے۔ حق اگر غالب و سربلند ہوگا تو اہل حق بھی غالب اور سربلند ہوں گے۔ گویا اہل حق کی سربلندی حق کی سربلندی کے ساتھ وابستہ ہے۔

اسلام کو باطل ادیان پر غالب و حاکم بنانا ہی بعثتِ محمدی ﷺ کا اولین و اہم ترین مقصود ہے۔ کائنات کی ہر چیز مزاحمت کے اصول پر کھڑی ہے، لہٰذا اہل حق کو کامیابی تب ہی ملے گی جب وہ باطل کی مزاحمت کریں گے۔ حق و باطل میں کبھی مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ اگر حق باطل سے موافقت اختیار کرے، باطل سے ہم آہنگ ہو جائے، باطل کی بالادستی تسلیم کرے تو حق حق کیسے رہے گا بلکہ اس طرح تو حق بھی باطل کے بہروپ میں آ جائے گا۔ حق اور باطل کے مابین لڑائی اور کشاکش ایک کائناتی اور فطری حقیقت ہے جسے کسی کی خواہش اور مرضی سے نہ تو بدلا جا سکتا ہے اور نہ ہی ایسا کرنا ممکن ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کی اصطلاح بھی دھوکہ اور فریب سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ رحمان اور شیطان کی صلح اور مفاہمت کی بات کرنا بھی شاید ہم آہنگی ہی کہلائے گا جو کہ فی نفسہٖ شیطنت ہے۔ مفاہمت اور ہم آہنگی کا مطلب اسلامی تعلیمات، دینی اقدار، شرعی احکامات کا خاتمہ ہے۔ کلمہ طیبہ کی بنیاد ہی نفی اور انکار پر ہے۔ پہلے سے رائج تصورات، پہلے سے نافذ تصورِ بندگی پہلے سے موجود رسم و رواج کے خلاف اعلانِ بغاوت ہی کلمہ طیبہ کا اساسی مفہوم ہے۔ بیت اللہ میں رکھے گئے تین سو ساٹھ بتوں کے ساتھ مزید دس، بیس بتوں کا اضافہ اہل شرک کو گوارا تھا مگر پیغمبر اسلام نے سب کی نفی کر دی۔ لہٰذا حق کے غلبہ کے لیے پہلے باطل کا انکار لازمی ہے۔ قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر طاغوت کی اصلاح بیان کی گئی ہے، لہٰذا اس اصطلاح کو سمجھنا بلکہ اس کے تقاضوں کو پورا کرنا دین کا اہم ترین تقاضا ہے۔ آج کی دنیا میں ہر مسئلہ اہم ترین تقاضا کی حقیقت اختیار کر چکا ہے۔ دین و شریعت میں سرکش اور نافرمان کے لیے عصیان، عدوان اور طغیان جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ان تینوں اصطلاحات کا مفہوم یقیناً جدا جدا ہے جس کو سمجھنا ضروری ہے۔

انفرادی سطح پر کیے گئے گناہ، غیر ارادی نافرمانی اور در پردہ غلطی کے لیے ''عصیان'' کا لفظ آتا ہے جبکہ کھلی ہوئی نافرمانی، اعلانیہ بغاوت اور دیدہ دانستہ گناہ کے ارتکاب کے لیے ''عدوان'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ بہت بڑی نافرمانی، حد سے زیادہ سرکشی کا نام ''طغیان'' ہے۔ گویا سرکشی، بغاوت اور نافرمانی کا حد سے بڑھ جانا ہی اس کا مصداق قرار پائے گا۔ گناہ اور بغاوتِ الٰہی کو رواج دے کر اسے انسانوں کے لیے نظامِ زندگی اور لائحہ عمل بنا دینا طاغوتی اندازِ فکر و عمل کہلائے گا۔ لہٰذا فرد ہو یا ریاست، جو بھی نظامِ دین سے منحرف ہو، اسلام کا مخالف ہو، قرآن و سنت سے مزاحم ہو وہ ''طاغوت'' ہے۔ ریاستی ادارہ بھی طاغوت کی تعریف میں آ سکتا ہے اور حکمران بھی اس کی تعریف میں آ سکتے ہیں۔ گویا طاغوت ایک غیر شرعی فکر ہے جس کا طاقت اور قوت سے خاتمہ کرنا ایمان کا تقاضا اور اہل ایمان پر فرض ہے۔ حدیثِ رسولؐ کی روشنی میں منکر کو طاقت سے روکنا ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ''دعوت'' کا میدان رہ جاتا ہے۔ دعوت ہی وہ اسلحہ ہے جس سے اسلامی تحریک کو قوت ملتی ہے۔ طاغوتی اور کافرانہ نظامِ اجتماعی میں اسلام کی دعوت کا فرض ادا کیے بغیر معاشرہ سے فائدہ اٹھانا جائز ہی نہیں ہے۔ باطل نظام میں زندگی گزارنے کا ایک ہی جواز ہے کہ اس کے خلاف زوردار آواز بلند کی جائے اور اسے ختم کرنے کی جدوجہد کی جائے۔

اسلام کے غلبہ اور اُمت کی بقا و سرفرازی کے لیے ہمیں امت واحدہ بننا ہوگا جس کے لیے ذات برادری، فرقہ و مسلک سے بالاتر ہو کر سچا اُمتی بن کر ان تمام

(باقی صفحہ 5 پر)

انقلاب نبویؐ کا مرحلہ اول: کردار سازی اور اُس کا نبوی طریق

# جماعت سازی کی مسنون بنیاد: بیعت

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فکر انگیز خطاب

جو لوگ جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے، انہیں آپؐ نے منظم کیا، ان کی تربیت کی، انہیں سمع وطاعت کا خوگر بنایا۔

بارہ برس تک مکے میں حکم یہ تھا کہ مسلمانو، چاہے تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تمہیں زندہ جلا دیا جائے، تم ہاتھ نہیں اُٹھاؤ گے۔ کوئی جوابی کارروائی نہیں کرو گے۔ اندازہ کیجیے، کیا سمع وطاعت کی اس سے بڑی ٹریننگ بھی ممکن ہے۔ حضرت خبابؓ بن ارت کی نگاہوں کے سامنے دہکتے ہوئے انگارے بچھا دیئے گئے اور کہا گیا کہ کُرتہ اتارو اور اُن پر لیٹ جاؤ۔ وہ لیٹ گئے۔ اُن کی پیٹھ کی کھال جلی، چربی پگھلی، جس سے انگارے ٹھنڈے ہو گئے۔ ذرا سوچئے، جو شخص یہ دیکھ رہا ہو، کہ مجھے بھون ڈالنے کی تیاری ہو رہی ہے، اس کو اگر رکاوٹ نہ ہو تو وہ دو چار کو مار کر ہی مرے گا۔ بلی کو بھی آپ گھیر لیں، کارنر کر لیں تو وہ آپ کے اوپر حملہ کرے گی۔ لیکن کیا شے ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ یہ سمع وطاعت کا تقاضا تھا۔ ابھی تصادم کی اجازت نہیں تھی۔ اس حکم پر عمل کرنے سے بڑھ کر میرے نزدیک ڈسپلن کی ایکسر سائز اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ پریڈ کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ ہاتھ نہیں اُٹھانا، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہاتھوں کو روکے رکھا۔ اس طرح کی سمع وطاعت اور ڈسپلن کی تربیت پا کر جماعت آگے بڑھی، تا آنکہ تصادم کے مرحلہ میں داخلے کی نوبت آئی۔ اقبال کا شعر ہے ؎

با نشہ درویشی در ساز و دمادم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

اللہ تعالیٰ نے یہ ساری منزلیں طے کرائیں۔ تب جا کر ﴿جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا (81)﴾ (سورۂ بنی اسرائیل) کی منزل آئی۔

انقلابی عمل کا لازمہ تصادم ہے۔ تصادم سے بچ کر انقلاب کبھی نہیں آ سکے گا۔ اگر کوئی بڑا امن پسند ہے تو گھر میں جا بیٹھے۔ اور باطل کے غلغلہ کو برداشت کرے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ لیکن اگر آپ باطل نظام کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے تصادم ناگزیر ہے۔ جہاد کیا ہے؟ یہ تصادم ہی تو ہے۔ جہاد جہد سے بنا ہے۔ جب ایک جہد دوسری جہد کے مقابلے میں آتی ہے تو جہاد اور مجاہدہ ہو جاتا ہے۔ قتل قتل کے مقابلے میں آئے گا تو قتال اور مقاتلہ کہلائے گا۔ لیکن تصادم سے پہلے جماعت کی تیاری ناگزیر ہے۔ جماعت کے کارکنوں کو سمع وطاعت کا خوگر بنانا ضروری ہے۔ جماعت کے لیے سمع وطاعت کی مشق کیا ہے؟ یہ کہ حکم مانو۔ دورِ نبویؐ کے ابتدائی مرحلے میں کوئی ظاہری وصوری بیعت نہیں تھی۔ بیعت کا کوئی نظام نہیں تھا۔ بس یہی تھا کہ جب اللہ کے رسول کو مانا ہے تو آپؐ کا حکم بھی ماننا پڑے گا۔ یہ آپؐ پر ایمان کا تقاضا ہے: ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ﴾ (النساء: 64) ”ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر یہ کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔“ لہٰذا جس نے نبیؐ کو اللہ کا رسول مان لیا، اُسے آپؐ کی اطاعت کرنی ہے۔ چنانچہ عہدِ نبویؐ میں تنظیم کی سب سے پہلی بنیاد آپؐ پر ایمان تھی۔ جن لوگوں نے مان لیا کہ آپؐ اللہ کے نبی ہیں، آپؐ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اللہ کی جانب سے کہہ رہے ہیں، یہ آپؐ پر وحی آئی ہے، تو پھر ان کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ آپؐ کے حکم سے سرتابی کریں؟ کیا نبی کی بات سے بھی اختلاف کیا جا سکتا ہے؟

وہ جماعت جو نبوت کی بنیاد پر قائم ہو، اس سے زیادہ مضبوط جماعت کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ سچی نبوت تو درکنار جھوٹی نبوت بھی تنظیم کی بڑی بنیاد ہے۔ اندازہ کیجیے، غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کی بنیاد پر جو جماعت احمدیہ چل رہی ہے وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی، اور ان کا لاہوری فرقہ، جس نے غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانا، وہ منتشر ہو کر ختم ہو گیا۔ تو مضبوط ترین جماعت جو دنیا میں بن سکتی ہے وہ نبوت کے دعویٰ کی بنیاد پر بن سکتی ہے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ کی سچی اور آخری نبوت کی بنیاد پر جو جماعت بنی، وہ دنیا کی مضبوط ترین جماعت تھی، جس کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ﴾ (الفتح: 29) ”اللہ کے رسول محمدؐ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر بہت سخت اور آپس میں رحیم وکریم ہیں۔“ اس جماعت میں کسی نے رسول اللہ ﷺ کو جماعت کا صدر منتخب نہیں کیا تھا، بلکہ آپؐ نبی اور داعی ہونے کی حیثیت سے خود بخود امیر تھے۔ آپؐ کے ساتھی ”سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا“ (ہم نے سنا اور مانا) کے اصول پر کاربند تھے۔

البتہ حضور ﷺ نے مستقبل کے لئے ایک مثال قائم کرنے کے لئے بیعت کا سلسلہ شروع کیا، تاکہ آئندہ اگر مسلمان اسی انقلابی جدوجہد کا آغاز کریں تو انہیں معلوم ہو کہ جماعت کیسے بنے گی۔ بیعت کے سلسلہ میں حد درجہ جامع اور نہایت عظیم روایت وہ ہے جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے اور سند کے اعتبار سے اس سے زیادہ صحیح حدیث ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ بَايَعۡنَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ ”ہم نے بیعت کی اللہ کے رسول ﷺ سے“۔ عَلَى السَّمۡعِ وَالطَّاعَةِ ”اس بات پر کہ آپؐ کا ہر حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے“ فِي الۡعُسۡرِ وَالۡيُسۡرِ ”تنگی اور سختی میں بھی اور آسانی میں بھی“ وَالۡمَنۡشَطِ وَالۡمَكۡرَهِ ”طبیعت کی آمادگی کی صورت میں بھی اور طبیعت پر جبر کرنا پڑا تب بھی“۔ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيۡنَا ”اور چاہے آپؐ دوسروں کو ہم پر ترجیح دے دیں“۔ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ آپؐ نے ایک نووارد نوجوان کو ہم پر امیر کیوں بنا دیا؟ ہم آپؐ کے پرانے خدمت گار اور جاں نثار ساتھی ہیں، ہم پر اس نوجوان کو کیوں ترجیح دی گئی؟ آپؐ کا اختیار ہوگا جو چاہیں کریں۔ وَعَلٰى اَنۡ لَّا نُنَازِعَ الۡاَمۡرَ اَهۡلَهٗ ”اور جس کو بھی آپؐ امیر بنا دیں گے، اس سے جھگڑیں گے نہیں“۔ وَعَلٰى اَنۡ نَّقُوۡلَ بِالۡحَقِّ اَيۡنَمَا كُنَّا

لَا یَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ ''اور یہ کہ ہم حق بات ضرور کہیں گے جہاں کہیں بھی ہوں' اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہیں کریں گے''۔ ہماری جو رائے ہوگی' ہمارے نزدیک جو بات حق ہوگی وہ ضرور کہہ دیں گے۔ اس لئے زبانیں بند نہیں کریں گے کہ لوگ کہیں گے کہ لو جی انہوں نے کیا کہہ دیا۔ یہ بیعت ہے آرگنائزیشن کی دوسری بنیاد۔

حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے مروی یہ حدیث اسلامی انقلابی جماعت کا مکمل دستور ہے۔ اس پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کو اس بیعت کی ضرورت تھی؟ کیا آپؐ پر ایمان لانا ہی کافی نہیں تھا کہ آپؐ کی ہر بات مانی ہے، از روئے الفاظ قرآنی:﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ﴾ (النساء:64) ''ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔'' اس سلسلہ میں حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی تقریر کے وہ الفاظ ایمان افروز مثال ہیں جو آپؐ نے ایک مجلس مشاورت میں کہے تھے۔ غزوۂ بدر سے پہلے حضور ﷺ نے ایک مجلسِ مشاورت منعقد کی تھی کہ قریش کا ایک قافلہ شام سے مالِ تجارت سے لدا پھندا آ رہا ہے جس کے ساتھ صرف چالیس یا پچاس محافظ ہیں' جبکہ کیل کانٹے سے لیس ایک مسلح لشکر جنوب سے آ رہا ہے اور اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان دو میں سے ایک پر تمہیں ضرور فتح عطا فرما دے گا۔ بتاؤ' کدھر چلیں؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ! قافلے کی طرف چلیں' تھوڑے سے آدمی ہیں' ان پر ہم آسانی سے قابو پا لیں گے' مالِ غنیمت بہت ہاتھ آ جائے گا' اور ہتھیار بھی ملیں گے' جن کی ہمیں اشد ضرورت ہے۔ لیکن حضور ﷺ مزید مشورہ طلب فرماتے رہے۔ تب صحابہ کرام ؓ نے اندازہ کیا کہ حضور ﷺ کا اپنا رجحانِ طبع کچھ اور ہے۔ چنانچہ اس مرحلے پر پہلے مہاجرین نے تقریریں کیں کہ حضورؐ! آپؐ ہم سے کیا پوچھتے ہیں' جو آپؐ کا حکم ہو ہم حاضر ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ نے تقریریں کیں' لیکن حضور ﷺ نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے حضور ﷺ کسی خاص بات کے منتظر ہیں۔ مہاجرین میں سے ہی حضرت مقداد بن اسود ؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ''حضورؐ جو آپ کا ارادہ ہو بسم اللہ کیجئے' ہمیں حضرت موسیٰ ؑ کے ساتھیوں پر قیاس نہ کیجئے جنہوں نے اپنے نبیؑ سے یہ کہہ دیا تھا کہ ''اے موسیٰؑ آپ اور آپ کا رب دونوں جائیں اور جا کر جنگ کریں' ہم تو یہاں بیٹھے ہیں''۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمارے ذریعے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما دے۔ لیکن حضور ﷺ اب بھی انتظار کی کیفیت میں تھے۔ اب حضرت سعد بن عبادہ ؓ کو خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کا روئے سخن دراصل انصار کی جانب ہے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں طے یہ ہوا تھا کہ اگر قریش آپؐ کا پیچھا کرتے ہوئے مدینے پر حملہ آور ہوئے تو ہم آپؐ کی اس طرح حفاظت کریں گے جیسے اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں۔ لیکن صورت واقعہ یہ تھی کہ قریش نے مدینے پر حملہ نہیں کیا تھا اور حضور ﷺ خود باہر نکل کر تصادم کا آغاز کر چکے تھے' لہٰذا انصار اس معاہدے کی رو سے مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کے پابند نہیں تھے۔ حضرت سعد ؓ کو فوراً خیال آ گیا کہ ہو نہ ہو حضور ﷺ ہماری تائید کے منتظر ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! معلوم ہوتا ہے آپؐ کا روئے سخن ہماری جانب ہے۔ اب دیکھئے، کس قدر عمدہ جملہ کہا: فَاِنَّا اٰمَنَّا بِکَ وَصَدَّقۡنَاکَ یعنی حضور! ہم آپؐ پر ایمان لا چکے ہیں اور ہم نے آپؐ کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے آپؐ کو اللہ کا نبی اور رسول مانا ہے۔ اب ہمارا اختیار کہاں رہا؟ آپؐ جو بھی حکم دیں گے' سر آنکھوں پر! آپؐ ہمیں جہاں بھی لے جانا ہو لے چلئے۔ خدا کی قسم' اگر آپؐ ہمیں اپنی سواریاں سمندر میں ڈالنے کا حکم دیں گے تو ہم ڈال دیں گے......!

تو حضور ﷺ کو کسی کی بیعت کی ضرورت نہیں تھی' آپؐ تو اللہ کے نبی اور رسول ہونے کی حیثیت سے مطاع تھے لیکن اس کے باوجود آپؐ نے بیعت کیوں لی؟ اس لئے کہ آپؐ کے بعد مسلمان جماعت بنانے کے لئے انگریزوں سے' روسیوں سے یا جرمنوں سے کوئی طریقہ مستعار نہ لیتے پھریں، بلکہ جماعت بنانے کے لئے وہ بنیاد اختیار کریں جو آپؐ چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ یہ طویل حدیث جیسا کہ پیچھے کہا گیا ایک حزب اللہ کا ایک مکمل دستور ہے۔ لیکن ہمارے افلاس، بدنصیبی اور بدبختی کا یہ عالم ہے کہ کسی بھی مذہبی جماعت نے اس بنیاد پر جماعت سازی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ یہ اس حدیث کی انتہا درجے کی ناقدری ہے۔ چھوٹی چھوٹی حدیثوں کی بنیاد پر تو دوسروں کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے کہ تم نے رفع الیدین نہیں کیا' تم نے آمین بالجہر کہہ دیا، لہٰذا ہماری مسجد سے نکل جاؤ، مگر اس حدیث کی جانب کسی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ (جاری ہے)


# خلافت فورم

امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بننے کے فوائد کس حد تک حاصل ہوئے؟

سانحہ ایبٹ آباد کے حوالے سے پارلیمنٹ کی قرارداد پر عمل درآمد کیوں نہیں ہو رہا؟

امریکہ شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن پر کیوں زور دے رہا ہے؟

کیا اب ہماری ایٹمی تنصیبات کی حفاظت کی ضمانت دی جاسکتی ہے؟

کراچی نیول بیس پر حملہ! کیا حساس ترین علاقہ بھی دہشت گردی سے محفوظ نہیں؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں دیکھئے

تجزیہ کار : **حافظ عاکف سعید** (امیر تنظیم اسلامی)

ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت)

میزبان : وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

**پیشکش:** شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

# ایک سالہ قرآن فہمی کورس

## اہمیت اور افادیت

**قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں ایک سالہ قرآنی فہمی کورس کی تکمیل کرنے کے والے طالب علم ڈاکٹر بدر الیس کامل کے تاثرات**

دنیا پر مغربی نظریات و افکار کے غلبہ کے بعد آج کے دور کا انسان مادہ پرستی کی طرف مائل ہو چکا ہے اور نتیجتاً وہ اللہ کی بجائے کائنات، روح کی بجائے جسم اور اُخروی زندگی کی بجائے دنیاوی زندگی کو حقیقتِ اصلی سمجھنے لگا ہے۔

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے، وہ نظر کیا!

آج ہم یہاں صرف مسلمانوں کی بات کریں گے جنہیں مغربی تہذیب کی یلغار نے اپنے فکر ونظر کے تابع کر لیا ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ مسلمانوں نے خود اپنے آپ کو مغربی فکر کے تابع کروا دیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فطرت انسانی کو بزور طاقت قابو میں نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اگر آج ہم مسلمان اس مغربی تہذیب کے دلدادہ نظر آتے ہیں تو ہم نے خود اپنی فطرت پر اس کو حاوی کر لیا ہے۔ کیونکہ مغربی تہذیب کی چکا چوند حواسِ انسانی پر کچھ اس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ یہ ہی اصل...... یہی بہترین اور اسی میں فلاح نظر آنے لگتی ہے۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے اور شرمندگی بھی کہ آج کی مسلم اکثریت کی طرح میں بھی اپنی دینی اور اسلامی سوچ رکھنے کے باوجود اسی مغربی چکا چوند کے زیر اثر رہا۔ اور یقیناً اس کا نتیجہ یہی نکلا کہ اپنی دنیاوی زندگی کی بہترین تکمیل اور کامیابی کے لئے میں نے بھی صرف مغربی (دنیوی) تعلیم کے حصول کا ہی رُخ کیا۔ اور اسی کو اپنی زندگی کا مقصد و محور بنا کر انہی علوم کے حصول کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں کھپانا شروع کر دیں۔ ظاہر ہے، جب اپنی محنت کا رُخ دنیاوی تعلیم کی طرف کیا اور حقیقتاً محنت بھی کی تو پھر اس محنت کے اچھے نتائج بھی سامنے آنا شروع ہو گئے اور یوں امتحانات میں امتیازی نمبروں سے کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے میڈیکل (ڈاکٹری) کی تعلیم حاصل کر لی اور پھر خوب سے خوب تر کی جستجو نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے لندن اور دوسرے مغربی ممالک کا رُخ کرنے پر اُکسایا۔ اور پھر یہ مرحلہ بھی بخیر وخوبی اور کامیابی سے طے پا گیا اور پھر اس کے بعد ہم دنیاوی اور صرف دنیاوی زندگی کو بہتر سے بہتر کرنے کی جستجو وتگ ودو میں لگ گئے اور نتیجتاً دنیا کی مادی آسائشیں میسر آتی چلی گئیں۔

یہاں اللہ کا مجھ پر ایک کرم یہ بھی رہا کہ ان تمام دنیاوی مصروفیات کے ساتھ ساتھ صوم وصلوٰۃ کی پابندی بھی جاری رہی اور شاید اسی وجہ سے دل میں ہمیشہ ایک خلش سی ضرور رہی کہ میں جس راہ پر چل رہا ہوں وہ اصل نہیں ہے۔ میری یہ کامیابی حقیقی کامیابی نہیں ہے اور اس میں ہرگز میری فلاح نہیں ہے۔ لہٰذا میرے دل کی یہ خلش اور زندگی کی حقیقت کی جستجو مجھے تبلیغی جماعت تک لے گئی۔ میں نے اس میں کافی وقت بھی لگایا اور ایک حد تک عبادات کی ادائیگی بھی جاری رہی۔ لیکن نہ جانے کیوں دل میں یہ گھٹن محسوس ہوتی رہی۔

سُنی حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سُنی
نہ ابتدا کی خبر اور نہ انتہا معلوم

میں دل کی اسی بے چینی اور بے سکونی کو ساتھ لیے راتوں کو اللہ کے حضور گڑگڑاتا بھی رہا اور آنسو بھی بہاتا رہا اور بار بار یہی دُعا مانگتا رہا کہ اے اللہ مجھے صحیح راستہ دکھا، میری توبہ قبول فرما اور مجھے اپنے دین کی دعوت وتبلیغ کے لیے قبول فرما اور پھر شاید۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں نمازِ جمعہ اپنی رہائش کے قریب واقع قرآن اکیڈمی مسجد میں باقاعدگی سے ادا کرتا تھا، اور اسی حوالے سے مجھے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ کے جمعہ کے خطابات بھی سننے کا موقع ملتا رہا اور انہیں سُن کر اکثر مجھے ایسا لگا کہ۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے جانا گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

ڈاکٹر صاحبؒ کے خطابات نے مجھے جھنجھوڑا اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ اندر سے اُبھرنا شروع ہوا اور پھر یہی لگن مجھے قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے ایک سالہ قرآن فہمی کورس کی طرف لے گئی اور بفضلہٖ تعالیٰ آج جبکہ میں یہ کورس دل کی سچی لگن کے ساتھ مکمل کر رہا ہوں تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ یہ اللہ کے ہی فضل اور اُس کی توفیق سے ممکن ہوا ہے۔ اِس کورس میں شامل ہونے کے بعد جوں جوں وقت گزرتا گیا اور میں مختلف مضامین پڑھتا گیا، میری دینی معلومات میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور میں اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کرنے لگا۔ دنیا کی حقیقت آشکارا ہونے کے ساتھ ساتھ جب آخرت کی زندگی کا تصور اور اُس کی مسلمہ حقیقت واضح ہونے لگی تو اس علم نے میرے دماغ پر کچھ اس طرح کے نقوش ثبت کرنا شروع کر دیئے، جن سے واقعی دنیا کی ساری آسائشیں بے وقعت معلوم ہونے لگیں۔

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا
جب لاد چلے گا بنجارہ

محترم ڈاکٹر صاحب کے دروس وبیانات سے مجھے معلوم ہوا کہ زندگی کے مقصد میں صرف عبادات ہی شامل نہیں بلکہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر بھی اسی کا حصہ ہے اور اُخروی زندگی کی بہتری اور کامیابی کے لئے نماز روزہ کے ساتھ اللہ کی سرزمین پر اللہ کے عطا کردہ نظام عدل کے قیام کی جدوجہد بھی ضروری ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

اس کورس میں جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں اُن میں عربی گرامر، دورۂ ترجمہ قرآن، مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، احادیث مبارکہؐ اور تجوید کے ساتھ ناظرہ قرآن شامل ہیں۔

اِن تمام مضامین کو ہمارے شوقِ مطالعہ اور دل کی گہرائیوں سے سمجھنے کی جستجو ہمارا رُخ اصل مقصدِ حیات کی جانب موڑ دیتی ہے۔ یقیناً قلوب واذہان کی صحیح راہنمائی میں نہایت شفیق، مستعد اور مضامین پر مکمل دسترس رکھنے والے اَساتذہ کرام کی توجہ، محنت اور اِس علمِ حقیقی کو دوسروں تک منتقل کرنے کی سچی لگن بھی نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بے شک دنیاوی علوم کا حصول بھی نہایت ضروری ہے، لیکن دینی علم یعنی علم القرآن والسنہ کا حاصل کرنا نہ صرف یہ کہ ہم پر فرض ہے بلکہ یہ ہماری زندگی کا صحیح رُخ متعین کرنے کے لئے ہماری اہم ترین ضرورت بھی ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ:

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔'' (بخاری)

لہٰذا میری تمام اُمہ سے بالعموم اور قارئین کرام سے بالخصوص یہ گزارش ہے کہ قرآنی تعلیم کے حصول کو سب سے اوّل اور اعلیٰ درجہ پر رکھتے ہوئے اِس کے حصول کی حتی المقدور سعی کریں اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے اہلِ خانہ، قریبی عزیزوں اور دوستوں کو بھی اس کی اہمیت اُجاگر کرتے ہوئے اس کی ترغیب دیں۔ اور خاص طور پر اپنے اہلِ خانہ کو اِس علمِ قرآنی کو حاصل کرنے کے لئے اوقات فارغ کرنے میں اُن کی مدد کریں اور یوں اِس عظیم مقصد کے حصول کو یقینی بنائیں جس کے لیے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے ہم پر اقبال کا یہ شعر صادق آجائے ؎

جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ساری زندگی کی محنت کا یہ نتیجہ سامنے آرہا ہے کہ ہر مکتبہ فکر اور مختلف دنیاوی علوم کے ماہر افراد (خواتین وحضرات) اِس کورس میں ذوق وشوق سے حصہ لے رہے ہیں اور قرآن کے حقیقی پیغام سے روشناس ہو رہے ہیں۔ اِن افراد کے اذہان کی مثبت تبدیلیاں آج نمایاں طور پر نظر آرہی ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خواہش اور عزم کے عین مطابق نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ اور نہایت ہی اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل افراد (حضرات وخواتین) اِس قرآن فہمی کورس سے استفادہ کرتے رہیں گے اور خاکسار کو پختہ یقین ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کی محنت ضرور بالضرور رنگ لائے گی اور ایسے افراد ضرور تیار ہو جائیں گے جو اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون (نظامِ عدل) کے نفاذ کے لیے اپنا تن، من، دھن وقف کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مدد فرمائے۔ آمین ثم آمین ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

## دعائے مغفرت

حلقہ سکھر کے ملتزم رفیق ارشاد احمد لاریک کی اہلیہ وفات پاگئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔


## ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری بٹ فیملی کو اپنی بیٹی عمر 25 سال، تعلیم ایم ایس سی، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ صرف لاہور کے رہائشی رابطہ کریں۔ برائے رابطہ:

0300-4530486-042-35773601

☆ مغل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم پوسٹ گریجویٹ کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ رشتہ مطلوب ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ:0321-4540603


**غور طلب**

# اسلام کی قیمت بیس پنس

عبدالقیوم تبسم

سالوں پہلے کی بات ہے جب ایک امام مسجد صاحب روزگار کے لیے برطانیہ کے شہر لندن پہنچے تو روزانہ گھر سے مسجد جانے کے لیے بس پر سوار ہونا اُن کا معمول بن گیا۔ لندن پہنچنے کے ہفتوں بعد، لگے بندھے وقت اور ایک ہی روٹ پر بسوں میں سفر کرتے ہوئے کئی بار ایسا ہوا کہ بس بھی وہی ہوتی تھی اور بس کا ڈرائیور بھی وہی ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ امام صاحب بس پر سوار ہوئے، ڈرائیور کو کرایہ دیا اور باقی کے پیسے لے کر ایک نشست پر جا کر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور کے دیئے ہوئے باقی کے پیسے جیب میں ڈالنے سے قبل دیکھے تو پتہ چلا کہ بیس پنس زیادہ آگئے ہیں۔ امام صاحب سوچ میں پڑ گئے، پھر اپنے آپ سے کہا کہ یہ بیس پنس وہ اترتے ہوئے ڈرائیور کو واپس کردیں گے کیونکہ یہ اُن کا حق نہیں بنتے۔ پھر ایک سوچ یہ بھی آئی کہ بھول جاؤ ان تھوڑے سے پیسوں کو، اتنے تھوڑے سے پیسوں کی کون پروا کرتا ہے۔ ٹرانسپورٹ کمپنی ان بسوں کی کمائی سے لاکھوں پاؤنڈ کماتی بھی تو ہے، ان تھوڑے سے پیسوں سے ان کی کمائی میں کیا فرق پڑ جائے گا؟ اور میں ان پیسوں کو اللہ کی طرف سے انعام سمجھ کر جیب میں ڈالتا ہوں اور چپ ہی رہتا ہوں۔

بس امام صاحب کے مطلوبہ سٹاپ پر رکی تو امام صاحب نے اترنے سے پہلے ڈرائیور کو بیس پنس واپس کرتے ہوئے کہا، یہ لیجیے بیس پنس، لگتا ہے آپ نے غلطی سے مجھے زیادہ دے دیئے ہیں۔ ڈرائیور نے بیس پنس واپس لیتے ہوئے مسکرا کر امام صاحب سے پوچھا، کیا آپ اس علاقے کی مسجد کے نئے امام ہیں؟ میں بہت عرصہ سے آپ کی مسجد میں آ کر اسلام کے بارے میں معلومات لینا چاہ رہا تھا۔ یہ بیس پنس میں نے جان بوجھ کر تمہیں زیادہ دیئے تھے، تاکہ تمہارا اس معمولی رقم کے بارے میں رویہ پرکھ سکوں۔

امام صاحب جیسے ہی بس سے نیچے اترے، انہیں ایسے لگا جیسے ان کی ٹانگوں سے جان نکل گئی ہے، گرنے کے لیے ایک کھمبے کا سہارا لیا، آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر روتے ہوئے دعا کی: یا اللہ مجھے معاف کر دینا، میں ابھی اسلام کو بیس پنس میں بیچنے لگا تھا۔

قارئین! ہوسکتا ہے کہ ہم کبھی بھی اپنے افعال پر لوگوں کے ردعمل کی پروا نہ کرتے ہوں۔ مگر یاد رکھیے کہ بعض اوقات لوگ صرف قرآن پڑھ کر اسلام کے بارے میں جانتے ہیں بعض دفعہ غیر مسلم مسلمانوں کو دیکھ کر اسلام کا تصور باندھتے ہیں۔ اس طرح تو ہم سب کو دوسروں کے لیے ایک اچھی مثال ہونا چاہیے، اور ہمیشہ اپنے معاملات میں سچے اور کھرے بھی۔ صرف اتنا ہی ذہن میں رکھ کر، کہیں کوئی ہمارے رویوں کے تعاقب میں تو نہیں؟ اور ہمارے شخصی تصرف کو سب مسلمانوں کی مثال نہ سمجھ بیٹھے۔ یا پھر اسلام کی تصویر ہمارے تصرفات اور رویے کے مطابق ذہن میں نہ بٹھالے!!

# کیا ہمارے دل اب بھی نہ جھکیں گے؟

اہلیہ انصار احمد

امریکہ نے جھوٹ بولنے کے ایسے ایسے ریکارڈ قائم کیے ہیں کہ بلاشبہ اس کا نام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں لکھا جاسکتا ہے۔ پہلے زمانے میں تو لوگ صرف جھوٹ بولتے تھے مگر جدید تہذیب و ترقی، آزادی اور آزادیٔ رائے کا علمبردار، انسانی حقوق کا ٹھیکیدار، امن کا ڈھنڈورا پیٹنے والا یہ 'اعتدال پسند' 'روشن (جاہل) خیال یہ ملک اس لحاظ سے منفرد مجرمانہ حیثیت کا حامل ہے کہ یہ جھوٹ ''تخلیق'' کرتا ہے، اور پھر پروپیگنڈے کے زور سے پوری دنیا کو کہتا ہے یا تو اس کو سچ تسلیم کرو یا پھر تم دہشت گردوں کے ساتھی ہو اور اس جرم کی پاداش میں ہم تمہیں پتھروں کے دور میں پہنچا دیں گے۔ تازہ ترین جھوٹ کا جو پہاڑ اس ''جھوٹوں کے شہنشاہ'' نے کھڑا کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایبٹ آباد میں فوجی کیمپ سے صرف چند کلو میٹر دور اسامہ بن لادن روپوش تھے، وہ بھی چند سالوں سے، کہ امریکا کو اس کا علم بھی ہو گیا (ماشاء اللہ چشم بددور) اور وہ صرف چالیس منٹ میں کارروائی مکمل کر کے اسامہ بن لادن کی لاش لے بھی گئے اور اسے سمندر برد بھی کر دیا۔ امریکہ نے ایسی احمقانہ کہانی گھڑی ہے کہ کوئی پاگل بھی یقین نہ کرے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا آنکھیں بند کر کے اس پر یقین کر لے، اور پاکستان کو لتاڑنے میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس دنیا میں ایسے عقل کے اندھے بھی بستے ہیں جو امریکہ کے منہ سے نکلنے والے ہر حرف کو آسمانی وحی سے بھی زیادہ سچا سمجھتے ہیں۔ اسی موقع کے لیے کہا جاتا ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

جہاں تک معاملہ اسامہ بن لادن کے شہید ہونے کا ہے، امریکا کو خوب معلوم ہے کہ وہ کب کا اپنے رب کے حضور پہنچ چکا ہے، مگر امریکہ نے خبر اسی لئے چھپائی تھی، کہ اس کے نام سے جتنا بھی امریکی عوام اور دنیا کو بے وقوف بنایا جاسکتا ہو، بنائے، اور اس خونخوار بھیڑیئے کو پوری آزادی سے انسانیت کو چیر پھاڑ کرنے کی اجازت ملی رہے۔ اور اب اس نے اپنے اہم ترین ٹارگٹ پاکستان پر حملہ کرنے کے لیے اس کی موت کا اعلان کر ہی دیا، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اگر ایٹمی صلاحیت کا حامل پاکستان تباہ ہو جاتا ہے، تو نہ بھارت کے راستہ میں کوئی رکاوٹ باقی رہے گی نہ اسرائیل و امریکہ کے۔ اگرچہ صدمے سے دوچار پاکستانی قوم میں سے کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کو اسامہ بن لادن کی شہادت پر یقین نہیں آرہا لیکن ہمارے اطمینان کے لئے یہ بات کافی ہونی چاہیے کہ اگرچہ اسامہ کب کے شہید کر دیے گئے ہیں، مگر ان کا نظریہ زندہ ہے، پھر مایوسی کی کیا بات ہے۔ اسامہ اپنا فرض نبھا کر چلے گئے، اپنی ذمہ داری پوری کر لی، ہمیں اپنی دینی ذمہ داری ادا کرنی ہے۔ غلبہ و اشاعت اسلام کی جدوجہد اور پاکستان اور اُمت مسلمہ کی حفاظت کی ذمہ داری اب ہمارے کاندھوں پر ہے، اور ہم نے یہ ذمہ داری نبھانی ہے۔ اس لئے اے اہل اسلام 'جاگ جاؤ' اے پاکستانیو! خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، ورنہ ''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں''۔

اگر ہم آج سے تقریباً 80، 90 سال پہلے کا تصور کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری دعاؤں اور جدوجہد کا مرکز برطانیہ سے آزادی اور اس کی تباہی تھا۔ مسجدوں میں، گھروں میں مرد و خواتین برطانیہ کے ظلم و ستم سے نجات کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ آخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری دعائیں سن لیں۔ اُس نے ہمیں انگریز سے آزادی دی اور وہ برطانیہ جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا، اب ایسا سمٹا کہ مہینوں اس پر سورج طلوع نہیں ہوتا۔ مگر افسوس کہ ہم نے اپنے رب سے تعلق کو مضبوط نہ بنایا اور نہ ہی اس کا شکر ادا کیا جیسا کہ شکر کرنے کا حق تھا، اور نہ خود کو منظم کر کے ایک قوت بنایا۔ پھر 30 سال پہلے روس ہمارے افغان بھائیوں اور پڑوسیوں کے سروں پر مسلط ہو گیا، جس کا اگلا قدم یقینی طور پر پاکستان اور یہاں سے گزر کر بحیرۂ عرب تک پہنچنا تھا۔ اس کا ظلم و ستم ایسا تھا کہ سن کر بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اب ہماری دعاؤں کا مرکز روس سے نجات اور اس کی تباہی تھی۔ اللہ رب العزت نے ہمیں مایوس نہیں کیا۔ ہمارے پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں لوٹائے، اور افغان جہاد کی برکت سے بے سرو ساماں مجاہدین کو اپنے خاص فضل و کرم سے دنیا کی دوسری سپر پاور پر فتح عطا فرمائی۔ آج روس عالمی منظر میں ''ہر چند ہے، کہ نہیں ہے'' کی عبرتناک مثال ہے۔ مگر افسوس کہ ہم نہ سدھرنے تھے، نہ سدھرے۔ ہمارے وہی لیل و نہار ہیں، اور ہم اپنے رب کی نافرمانی میں بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ اور اب امریکہ ہمارے سروں پر مسلط ہے، جس کے ظلم و ستم اور درندگی نے دنیا کے تمام ظلم و ستم کو ماند کر دیا۔ روز نیا چرکہ، روز نئی ذلت سے اہل پاکستان اور تمام مسلمان دوچار ہوتے ہیں۔ مذہبی، اخلاقی، روحانی، جسمانی ہر طرح کی اذیت مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔ حکمران امریکہ کے زرخرید غلام ہیں، جو اس کی ''چرنوں'' میں پوری قوم کو قربان کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ آئی ایس آئی جس کا شمار دنیا کی بہترین انٹیلی جنس میں ہوتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اپنے کارنامے اس شکل میں گنوا رہی ہے کہ ہم نے القاعدہ کے 100 سے زیادہ اہم ترین رہنماؤں کو مارا اور سیکڑوں کو گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیا۔ فوج اپنی قربانیاں گنوا رہی ہے کہ اس نے اس ''کوئلے کی دلالی میں' ہزاروں فوجیوں کو مروا دیا۔ یہ وہ ''کارنامے'' ہیں جن کو پڑھ کر شرم سے ڈوب مرنے کو جی چاہتا ہے، کہ کیا ہم جیسا بھی کوئی احمق اور جاہل ہو سکتا ہے۔ بہرحال آئی ایس آئی ہو یا فوج اِن عسکری اداروں کو ایک لمحہ کے لیے رک کر سوچنا چاہیے کہ انہوں نے یہ جو ''کارنامے' انجام دیئے یا قربانیاں دیں آخر دنیا اور آخرت میں اس کی داد دینے یا خوش ہونے والا کون ہے اور ناراض ہونے والا کون ہے؟ (1) کیا ان کے ''کارناموں' سے اللہ خوش ہو گا؟ ظاہر ہے اللہ تو ان کے اس عمل میں خوش ہونے والا نہیں ہے اور نہ دنیا و آخرت میں اس کی طرف سے کسی اچھے بدلے کی امید کی جاسکتی ہے۔

(سوائے اس کے کہ ہم توبہ کرلیں) (2) پاکستانی قوم، اس کے بھی غم وغصہ کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ ہرگز بھی ان میں سے کسی ایک کے عمل سے بھی راضی نہیں ہے۔ پاکستانی فوج اور آئی ایس آئی پر سے اس کا اعتماد ختم ہوتا جا رہا ہے بلکہ ایک اور ''یوٹرن'' کی منتظر ہے۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے وہ تو بس ڈالر اور اقتدار میں مست ہے۔ بس یہی اس کی سوچ کا اول اور آخر ہے، باقی سب جائیں بھاڑ میں اس کی بلا سے۔ تیسرا اور آخری نمبر آتا ہے امریکہ کا کہ جس کی خاطر یہ سب ''ذلت و رسوائی'' سمیٹی گئی، مگر اس کے باوجود اس کے دربار سے ''اچھے بچے'' کا سرٹیفکیٹ نہ ملنا تھا، نہ ملے گا، اور نہ ہی ''ڈومور'' کی تکرار ختم ہوگی، یہاں تک کہ وہ پاکستان کا وہی حشر کردے یا بھارت کے ہاتھوں کروادے جیسا کہ ''خاکم بدہن'' عراق وافغانستان کا اور اب لیبیا کا ہو رہا ہے۔ اس لئے فوج، آئی ایس آئی کے ذمہ داران سے میری یہ گزارش ہے کہ خدارا! ہوش کے ناخن لیں، اس سے پہلے کہ پانی سر سے اونچا ہو جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ ہمیں صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق مضبوط کرنے، قرآن کو تھامنے اور آخرت کو مطمح نظر بنانے کی ضرورت ہے۔ صرف ایمان و توکل اور تقویٰ کی ضرورت ہے۔ اگر ہم ایسا کرنے کا فیصلہ کرلیں تو ان شاء اللہ اللہ کی مدد و نصرت کو بالکل قریب پائیں گے۔ بہرحال اب ہماری دعاؤں اور بددعاؤں کا مرکز امریکہ ہے کہ امریکہ تباہ ہو جائے اور ہمیں اس کے ظلم وستم سے نجات مل جائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ کی تباہی سے ہمارے (امت مسلمہ کے) مسائل حل ہو جائیں گے؟ ہم ایک قوت، ایک طاقت بن جائیں گے؟ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ کوئی ''چوتھا'' ملک امریکہ کی جگہ نہ لے گا جو ہوسکتا ہے کہ اس سے زیادہ ظالم ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ طاقت کا خلا کبھی باقی نہیں رہتا۔ اگر ہم اس خلا کو پر نہیں کریں گے تو کوئی دوسری طاقت اس خلا کو بھرے گی اور وہ طاقت کوئی بھی ہو (چاہے بظاہر مسلمان ہی کیوں نہ ہو) اگر خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے جواب دہ نہ سمجھے، اور خوف آخرت سے مزین نہ ہو، درحقیقت وہ ظالم ہوگی اور سوائے فتنہ وفساد کے کچھ نہ کرسکے گی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی ذات سے اصلاح کا آغاز کریں اور قرآن و سنت سے جڑ کر رب العزت سے اپنے تعلق کو مضبوط بنائیں اور آپس کے اختلافات کو بھلا کر، تفرقہ بازی چھوڑ کر خلافت کے احیا کو اپنا مرکز ومحور بنائیں (جمہوریت کے دھوکے سے نکلیں) اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے خود کو تیار کریں۔ ان شاء اللہ تبدیلی آئے گی۔ لیکن تبدیلی چاہنے والوں کو آغاز اپنی ذات سے کرنا ہوگا۔ ورنہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کی ذات ہماری محتاج نہیں۔ وہ ہمیں بدل کر دوسری قوم لے آئے گا، جو کہ اس سے محبت کرتی ہوگی اور اللہ اس سے محبت کرتا ہوگا، جو مومنوں (مجاہدوں) پر مہربان اور کافروں پر سخت ہوگی، جہاد اس کا ''شعار'' ہوگا، اور اس معاملے میں وہ کسی پروپیگنڈا باز میڈیا کی مہم (دہشت گرد، انتہا پسند، اور نہ جانے کیا کیا بکواس) اور ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا کرنے والی نہ ہوگی۔ یقیناً اس کے ساتھ اللہ کی مدد، نصرت اور فتح ہوگی، تو اے میرے مسلمان بہن بھائیو! جب ایسا ہونا ہی ہے تو پھر وہ دوسری ''قوم'' کیوں ہو ''ہم'' ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم کیوں اس اعزاز کے لئے خود کو تیار نہ کریں۔ صرف تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ایک قدم اٹھانے، ایک ہاتھ آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ وہ خود آگے بڑھ کر ہمیں تھام لے گا اور ہمارے راستے آسان فرما دے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب ایک سوال ہے اور یہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اہل ایمان سے کر رہا ہے۔ کیا اہل ایمان پر ''اب بھی'' وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے، اور جو حق اس نے نازل فرمایا ہے اس کے آگے جھک جائیں؟ کیا ہمارے پاس اس کا جواب ہے، اور اگر ہے تو کیا ''ہاں'' میں ہے یا ''نہیں'' میں؟ ضرور سوچئے گا۔


غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

ماہ جون کا شمارہ شائع ہو گیا ہے

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

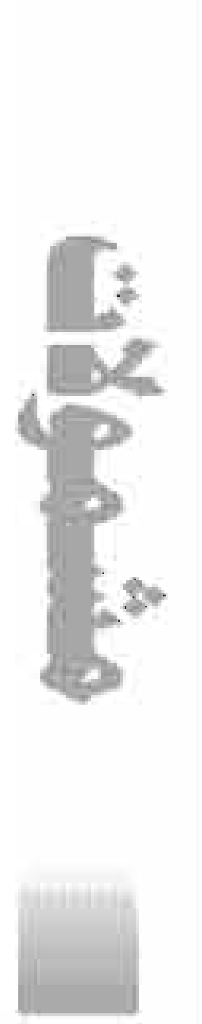

- نظریۂ پاکستان اور لبرل دانشور ——— ایوب بیگ مرزا
- قراردادِ مقاصد، پاکستان کا اساسی دستور ——— نوابزادہ لیاقت علی خان، مولانا شبیر احمد عثمانی
- نفاذِ اسلام کے لیے علماء کرام کے بائیس نکات
- بیدار عزائم ہوتے ہیں، اسرار نمایاں ہوتے ہیں - پروفیسر سلیم منصور خالد
- تحفظ ناموسِ الٰہی ——— مدثر رشید
- عفت و پاکدامنی ——— عتیق الرحمٰن صدیقی
- دونوں لباس پہنیں ——— حافظ محمد مشتاق ربانی
- انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت ——— پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
- گلوبلائزیشن اور ہمارا نظام تعلیم ——— پروفیسر جہاں آراء لطفی
- ڈاکٹر وہبہ الزحیلی ——— حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا "بیان القرآن" تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 25 روپے ☆ سالانہ زر تعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

# نظریہ ہی صاحبِ نظر بناتا ہے!

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

ایک پاکستانی ٹی وی چینل آج کل خاص طور پر غیر پاکستانی رویہ اپنائے ہوئے ہے ورنہ ایک آدھ کو چھوڑ کر تقریباً سارا الیکٹرانک میڈیا امریکہ اور بھارت کا پروپیگنڈا اسیل بن چکا ہے۔ صرف وقت نیوز ہی پاکستان میں وقت کی آواز بن چکا ہے۔ نوائے وقت بھی وقت کی آواز ہے۔ عظیم پاکستان کی آواز......!

ایک ٹی وی چینل جس کے نام کا اردو ترجمہ ''یہودی'' بنتا ہے۔ آج کل بحث مباحثہ کا ایک پروگرام کرتا ہے۔ پاکستان میں بحث کا موضوع یہ رکھنا بذات خود غیر پاکستانی ہے کہ ''پاکستان نظریاتی ریاست نہیں قومی ریاست'' ہے۔ آج بھی کالجوں میں تقریری مقابلے ہوتے ہیں۔ ٹی وی پر بات کرنے والے سکالرز کا انداز طالب علموں والا ہی ہوتا ہے اور سامعین بھی طالب علموں کے انداز میں داد دیتے ہیں۔ موضوعات میں پاکستان دشمنی کا اشارہ موجود ہوتا ہے۔ اینکر جو وقتاً فوقتاً اینگر مین بن جاتے ہیں واضح طور پر ان کی حمایت موضوع کے حوالے سے پاکستان مخالف ہوتی ہے۔ میرے خیال میں صحافی وہ ہے جس کا تعلق پرنٹ میڈیا سے ہو۔ افتخار احمد کے لیے میرے دل میں ایک درست خوش گمانی سی ہے۔ حامد میر کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے اسے زبردستی پکڑ کر اس بے معنی مگر بدنیت پروگرام میں بٹھا دیا گیا ہو۔ اسے آج کل اسامہ بن لادن کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کے ذکر سے ہی فرصت نہیں۔ یہ ملاقاتیں ہوئیں بھی تو ایجنسیوں کی مدد اور مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتی تھیں۔ ایجنسیوں کو افغانستان میں اسامہ کے ٹھکانوں کا پتہ تھا تو پاکستان میں کیوں نہیں؟ یہاں بھی حامد میر اسامہ سے ملا ہوگا۔ اسے اب اس راز سے بھی پردہ اٹھا دینا چاہئے۔ ٹی وی چینل پر یہ قرارداد مسترد ہوگئی۔ فیصلہ نظریاتی ریاست پاکستان کے حق میں ہوا۔ یہ سامعین و ناظرین چینل کے اپنے بلائے ہوئے تھے تو پھر وہ کس کی برین واشنگ کر رہے ہیں؟ نئی نسل بھی سمجھتی ہے کہ پاکستان مسلمانوں کے لیے قائداعظم کی قیادت میں بنا ہے۔ اگر یہ نظریاتی ریاست نہیں تو دوقومی نظریہ کیا ہے اور ہندوستان کی تقسیم کے کیا معنی ہیں؟ اور اب بھی بھارت پاکستان کا دشمن کیوں ہے؟

افتخار احمد، بھٹو کے عاشقوں میں سے ہے تو میں بھی بھٹو کا ایک عاشق ہوں مگر میرا بھٹو بھارت کے ہندوؤں کے ساتھ ایک ہزار سال تک جنگ کرنا چاہتا تھا تو پھر کیا یہ اس نام کی توہین نہیں کہ اس اخبار میں کام کرنے والے امن کی آشا کا یک طرفہ منصوبہ چلا رہے ہیں۔ جنگ کے ہم خلاف ہیں مگر جو جنگ کرنا چاہتا ہے اور آپ کو نیچا دکھانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتا ہو، اس سے امن کی بھیک مانگنا اور ''امن کی آشا'' کا کاروبار کرنا جنگ سے زیادہ مہلک اور بزدلانہ ہے۔ ٹی وی چینلز سے غیرت کے حوالے سے بھی مباحثہ کرایا گیا۔ دو آدمی بے غیرتی کے حق میں دلائل کا انبار لگا رہے تھے مگر یہاں بھی لوگوں نے قرارداد مسترد کردی۔ انہوں نے کہا بلکہ پوری قوم کہہ رہی ہے کہ ہم بے غیرت نہیں، ہمیں بے غیرت بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ برادر کالم نگار توفیق بٹ، فضل حسین اعوان اور رؤف طاہر نے بھی بھرپور اظہار خیال کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ توفیق بٹ اور فضل حسین اعوان نے آصف بھٹی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ بھٹی صاحب نے لکھا ہے کہ کل یہ بھی موضوع سامنے آئے گا کہ پاکستان کا قیام درست نہیں اکھنڈ بھارت ہونا چاہئے تھا۔ پاکستان بن گیا ہے اور یہ رہتی دنیا تک سلامت رہے گا مگر پاکستان میں یہ سوال اٹھانے والے کون ہیں کہ پاکستان رہنا چاہئے یا نہیں، ایسے بدفطرت اور کرپٹ لوگوں کے لیے آصف بھٹی نے پروین شاکر کو یاد کیا ہے ۔

تہمت لگا کے ماں پہ جو دشمن سے داد لے
ایسے سخن فروش کو مر جانا چاہئے

آصف بھٹی نے کیا معنی خیز بات کی ہے۔ ''جیو اور بے شرمی سے جیو والے یہ بحث کروائیں گے کہ ہمیں ہندو بن جانا چاہئے یا مسلمان رہنا چاہئے'' یہ قرارداد بھی مسترد ہو جائے تو کیا یہ لوگ واقعی مسلمان اور پاکستانی ہوجائیں گے؟

لبرل ہونے کے لیے بے غیرت اور پاکستان مخالف ہونا ضروری نہیں۔ لبرل ازم منافقت نہیں ہے، مسلمان سے بڑا لبرل کون ہوگا جن کے پیغمبر عالم حضرت محمدؐ ''رحمۃ للعالمین'' ہیں۔ سارے جہانوں کا ادراک تنگ نظروں کو نہیں ہوسکتا۔ اسلام کے نام پر غلط کام کرنے والے اسلام کو بدنام کررہے ہیں اور اس کام کو انجام تک پاکستانی الیکٹرانک میڈیا لے جا رہا ہے۔ پاکستان میں علیحدگی کی کوئی تحریک نہیں مگر ہمارے کچھ لوگوں کو نظر آتی ہے، انہیں بھارت میں چلنے والی علیحدگی کی کئی تحریکیں دکھائی نہیں دیتیں۔ ان کے خیال میں علیحدگی پسند وہ ہے جس نے اپنی کئی بیویوں سے علیحدگی اختیار کررکھی ہو۔ یورپ میں ہر آدمی نے کئی گرل فرینڈز رکھی ہوئی ہیں مگر اعتراض اسامہ کی بیویوں پر ہوتا ہے۔ وہ بے چارہ واقعی بڑے مضبوط اعصاب کا مالک تھا کہ پورے پانچ سال پوری تین بیویوں کے ساتھ رہ رہا تھا اور ایک دن بھی گھر سے باہر نہ نکل سکا۔

میں نے 1985ء میں بھارت کا سفر کیا تھا 1987ء میں سفرنامہ شائع ہوا، آج کالم میں اس کا ایک اقتباس شامل کرتے ہوئے مجھے لگ رہا ہے کہ یہ تحریر آج ہی لکھی گئی ہے۔ ''کوئی نظریہ ایک مقام پر عقیدہ بن جاتا ہے۔ اس میں عقیدت شامل ہوجائے تو وہ کسی کو صاحبِ نظر بنا دیتا ہے۔ نظریہ کسی کو صاحب نظر نہ بنائے تو وہ ظالموں کا ہتھیار بن جاتا ہے۔ تنگ نظر لوگوں نے دنیا کو برباد کردیا ہے۔ نظریۂ پاکستان ایک صداقت ہے، صداقت کا تعلق شجاعت اور امامت سے ہے۔ صداقت بزدلوں کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اسے رسوا کردیتے ہیں''۔

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

نام کتاب: ظہور مہدی (جدید ایڈیشن 2011ء)

مؤلف: ابو عبداللہ آصف مجید نقشبندی

ضخامت: 200 صفحات (قیمت: درج نہیں)

ملنے کا پتہ: مکتبہ الحسن، حق سٹریٹ، اردو بازار

اس وقت عالم اسلام پر کڑا وقت ہے۔ تمام مسلمان ریاستیں کفار کے غیظ وغضب کے نشانہ پر ہیں اور بے بس ہیں۔ ایسے میں اُمید کی کرن وہ احادیث ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت سے پہلے ایک دفعہ پھر شوکت اسلام کا دور آئے گا۔ اس وقت امام مہدی ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ چونکہ ظہور مہدی مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے اس لیے اُمتِ مسلمہ مہدی کے ظہور کے انتظار میں ہے۔ جوں جوں مسلمانوں کے حالات ابتر ہوتے جا رہے ہیں توں توں انتظار کی یہ گھڑی قریب آتی نظر آ رہی ہے اور مختلف اسلامی تحریکات اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں۔ دوسری طرف ظہور مہدی کے عقیدے سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوششیں بھی ہوتی رہی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ جن کے ذریعے عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہوئے کئی کذاب منظر پر آئے جنہوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کتاب میں فاضل مؤلف نے بڑی محنت کے ساتھ ظہور مہدی کے متعلق پیشین گوئیوں پر مشتمل احادیث کو اکٹھا کیا ہے اور ان کی روشنی میں آنے والے امام مہدی کی نشانیاں بتائی ہیں۔ جس طرح قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے البتہ قربِ قیامت کے نشان رسول اللہ ﷺ نے اُمت پر واضح کر دیے ہیں، اسی طرح ظہور مہدی کے زمانے کا صحیح تعین اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہاں رسول اللہ ﷺ سے اس ضمن میں کسی قدر راہنمائی ملتی ہے۔ چنانچہ صاحب کتاب نے اس سلسلہ میں 52 عنوانات کے تحت امام مہدی کا نام، شکل وشباہت، ظہور کی کیفیت اور زمانے کے متعلق سیر حاصل معلومات فراہم کی ہیں اور مسلم اُمہ کو حالیہ مایوسی سے نکالنے کی کوشش کی ہے اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کے لیے بھرپور کردار ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔ قیامت سے قبل شوکت اسلام کا دور آنا لازمی اور لابدی ہے کیونکہ اس کی خبر صادق اعظم حضرت محمد ﷺ نے دی ہے۔ ذوق تحقیق رکھنے والے اصحاب کے لیے یہ مفید کتاب ہے، جبکہ علماء اور خطیب حضرات کی یہ ضرورت بھی ہے۔

# اطلاع عام

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ہر ماہ کے پہلے جمعہ کو نماز جمعہ کے فوری بعد قرآن اکیڈمی لاہور کی مسجد میں حاضرین کے سوالات کے جواب دیں گے۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ہر جمعرات بعد نماز مغرب رفقائے تنظیم اسلامی سے قرآن اکیڈمی لاہور میں ملاقات کے لیے موجود ہوں گے۔


ان شاء اللہ العزیز

رفقا متوجہ ہوں

مسجد نمرہ سوئی گیس لنک روڈ ملک پارک مدینہ کالونی گوجرانوالہ میں

## مبتدی تربیتی کورس

5 تا 11/جون 2011ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

## نقباء وامراء تربیتی ومشاورتی اجتماع

10 تا 12/جون 2011ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء اِن کورسز میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت — برائے رابطہ (042)36316638-36366638, 0333-4311226



## النصر لیب

An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلرڈ اپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کر دی گئی ہے۔

### خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax:3 516 21 85

Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

## دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

### حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے زیر اہتمام مبتدی رفقاء کے لیے تعارفی اجتماع

تنظیم میں شمولیت کے بعد رفقاء سے اولین مطالبہ ہفت روزہ تربیتی کورس میں شرکت ہے، لیکن بعض اوقات نئے شامل ہونے والے رفقاء فوری طور پر تربیتی کورس میں شرکت نہیں کر پاتے۔ ایسے ہی رفقاء کو تنظیم سے روشناس کرانے کے لیے حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے زیر اہتمام 9 اپریل 2011ء کو دفتر تنظیم اسلامی پشاور صدر میں عصر تا عشاء ایک تعارفی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز نماز عصر کے بعد ہوا۔ راقم نے اس اجتماع کا تعارف کروایا اور غرض و غایت بیان کی۔ امیر تنظیم اسلامی پشاور شمالی انجینئر طارق خورشید نے تنظیم اسلامی، بانی محترم اور امیر محترم کا تفصیلی تعارف کروایا اور شرکاء پر زور دیا کہ اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کے لیے زیادہ سے زیادہ جان و مال اور وقت کا انفاق کریں۔

بعد ازاں برادرم عامر معین نے سہ منزلہ عمارت کی مثال کے ذریعے دینی فرائض کو بیان کیا۔ یعنی دین پر خود عمل کیا جائے، دین کی دعوت کو دوسروں تک پہنچایا جائے، دین کے غلبہ و اقامت کے لیے جدوجہد کی جائے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ درحقیقت یہ فرائض قرآن و سنت کی رو سے ہر مسلمان پر عائد ہوتے ہیں اور انہی کی بجا آوری کے لیے تنظیم اسلامی نے ہمیں پلیٹ فارم مہیا کیا ہے۔ انہوں نے جماعت کے التزام کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ فریضۂ اقامت دین جماعت کے بغیر ادا نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے منظم جماعت کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مختلف ہیئت تنظیمی اور بیعت کے فرق کو واضح کیا کہ منصوص، مسنون اور ماثور طریقہ بیعت ہی کا ہے، اگرچہ دوسرے بھی مباح ہیں۔

نماز مغرب اور چائے کے وقفے کے بعد امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمد نے چارٹ کی مدد سے تنظیم اسلامی کا ڈھانچہ بیان کرتے ہوئے قیادت کا مکمل تعارف، حلقہ جات، عاملہ اور شوریٰ کا تعارف پیش کیا اور واضح کیا کہ امیر کی اطاعت میں ہی تنظیم کی قوت کا راز مضمر ہے۔ بعد ازاں امیر تنظیم اسلامی پشاور صدر محمد جمشید عبداللہ نے رفقاء تنظیم کے مطلوبہ اوصاف کے موضوع پر گفتگو کی اور نظام العمل سے 10 اوصاف کی تشریح کی۔

آخر میں راقم الحروف نے احتسابی یادداشت کے بارے میں رہنمائی کی کہ یہ ہر رفیق کے ذاتی استعمال اور ذاتی اصلاح کے لیے ہے، تاکہ ہم خود اپنا احتساب کرسکیں۔ علاوہ ازیں رفقاء کا آپس میں لین دین اور دیگر مالی معاملات کے ضمن میں سرکلر پڑھ کر سنایا اور وضاحت کی کہ یہ قرآنی ہدایت ہے جس کو تنظیم میں لاگو کیا گیا ہے۔ اگرچہ مالی معاملات میں تنظیم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی اور فریقین ہی ذمہ دار ہوں گے۔ نماز عشاء کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: خورشید انجم)

### تنظیم اسلامی پشاور غربی کا آگاہی منکرات کے سلسلہ میں مظاہرہ

وطن عزیز میں اسلامی قوانین پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے جو برائیاں جڑ پکڑ رہی ہیں، اُن میں سے ایک خیانت ہے۔ شریعت اسلامی نے حرام چیزوں میں انتہائی مکروہ اور بدترین چیز خیانت کو قرار دیا ہے۔ خیانت سے محفوظ رہنے کے لیے لوگوں میں شعور اور آگاہی پیدا کرنے کی غرض سے تنظیم اسلامی پشاور غربی نے 9 اپریل 2011ء بروز ہفتہ بعد از نماز عصر ایک آگاہی مظاہرے کا اہتمام کیا، جس کی تفصیلات حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے ماہانہ مجلس عاملہ اجلاس منعقدہ یکم اپریل 2011ء میں طے کی گئی تھیں۔ شرکاء مظاہرہ تہکال پایاں کی جامع مسجد میں نماز عصر ادا کرنے کے بعد مسجد کے صحن میں اکٹھے ہوئے۔ ناظم مظاہرہ امیر تنظیم اسلامی پشاور غربی محمد سعید نے ہدایات دیں اور مظاہرے کی ترتیب سمجھائی۔ مظاہرے کے لیے تہکال پایاں پشاور سے لے کر پیپن جماعت (مسجد) تک تقریباً 3 کلومیٹر کا علاقہ مخصوص کیا گیا۔ شرکاء نے ہاتھوں میں کتبے اُٹھا رکھے تھے، جن پر خیانت اور اُس کے انجام کے متعلق مندرجہ ذیل تحریریں درج تھیں:

1 خائن کے لیے عیب، ذلت اور آگ ہے
2 خیانت کرنے والے کی دُعا قبول نہیں ہوگی۔
3 خیانت کرنے والا دوزخی ہے۔
4 خیانت جیسی موذی مرض سے نجات حاصل کریں۔
5 امانت میں خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔
6 زندگی آمد برائے بندگی......زندگی بے بندگی شرمندگی

تین رفقاء سڑک کے دونوں طرف ہینڈ بلز تقسیم کرتے رہے۔ یہ کام احسن طریقے سے انجام پذیر ہوا۔ مظاہرہ میں تنظیم ھٰذا کے تمام رفقاء کے علاوہ مقامی افراد نے بھی شرکت کی۔ دو بزرگ ساتھیوں نے باوجود ضعیف العمری کے مظاہرے میں بھرپور شرکت کی اور تقریباً 3 کلومیٹر واک میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ تمام رفقاء واحباب کی سعی و جہد کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین یا رب العالمین۔ (مرتب: مسعود جاوید)

### سوسائٹی اور بنوری ٹاؤن تنظیم کی نہی عن المنکر مہم

تنظیم اسلامی کی مقامی تنظیم سوسائٹی اور بنوری ٹاؤن کے زیر اہتمام نہی عن المنکر مہم کا اہتمام کیا گیا۔ رفقاء بنوری ٹاؤن تنظیم کے دفتر میں سہ پہر ساڑھے تین بجے جمع ہوئے۔ فہد یونس بھائی نے ''دعوت و تبلیغ کیوں؟ اور تبلیغ کی اہمیت و آداب'' بیان فرمائے۔ انہوں نے کہا کہ دعوت و تبلیغ بہت عظیم کام ہے۔ یہ وہ کام ہے جو انبیاء کرام نے کیا اور اللہ نے اس کام پر بہت اجر و ثواب رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی نیت، نظر، زبان و افعال کی حفاظت کرتے ہوئے یہ کام کرنا چاہیے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں اس کام کی توفیق بخشی۔ انہوں نے کہا کہ ایک مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ دعوت و تبلیغ کرتا رہے، کیونکہ یا تو وہ دعوت دے رہا ہوگا یا کسی اور کی دعوت سے متاثر ہو رہا ہوگا۔

امیر تنظیم بنوری ٹاؤن فیصل منظور نے سلسلہ آگاہی منکرات (بحوالہ معاشرتی نظام نمبر iii) ''کیا آپ جانتے ہیں خیانت کیا ہے؟ اور اس کا انجام کیا ہے'' رفقاء کو پڑھ کر سنایا تاکہ پہلے خود انہیں معلوم ہو کہ جو ہینڈ بل وہ لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں، اُس میں کس بات کی شناعت کو واضح کیا گیا ہے۔

امیر تنظیم سوسائٹی ثاقب رفیع شیخ نے رفقاء سے کہا کہ وہ ایک ایک ہینڈ بل اپنے پاس رکھ لیں، تاکہ اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو بھی اس طرف متوجہ کیا جاسکے۔ ثاقب بھائی نے رفقاء کی چار ٹیمیں بنائیں اور ضروری ہدایات دیں۔ اس مہم میں 30 رفقاء نے شرکت کی۔ عصر اور مغرب کی نمازوں کے بعد آٹھ مساجد کے سامنے کارنر میٹنگ کی گئیں۔ عصر سے مغرب کے درمیانی وقفہ میں تمام رفقاء بہادر آباد چورنگی پر پلے کارڈز لے کر کھڑے ہوئے۔ یہ پلے کارڈز خصوصی لکڑی کے فریم بنوا کر اس میں لگائے گئے تھے۔ ان پر خیانت سے بچنے اور اللہ کی جناب میں توبہ کرنے سے متعلق عبارات تحریر تھیں۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے گاڑیاں آہستہ کرکے ان پلے کارڈز کو بغور پڑھا۔ یہ مہم مغرب کی نماز کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔

## تنظیم اسلامی نیوملتان کے زیر اہتمام شب بیداری

16 اور 17 اپریل کی درمیانی شب تنظیم اسلامی نیوملتان کے زیر اہتمام الہدیٰ مسجد شاہ رکن عالم کالونی میں ماہانہ شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز امیر حلقہ ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی کے درس قرآن سے ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اِن محافل میں منتخب نصاب نمبر 2 کے دروس کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اپنے درس میں انہوں نے اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی جماعت کے کارکنان کے مطلوبہ اوصاف پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ انقلابی جماعت کے کارکن درج ذیل امور پیش نظر رکھیں۔

1۔ دنیا کی بجائے آخرت کو ترجیح دیں۔
2۔ اسباب کی بجائے اللہ پر توکل اور بھروسا کریں۔
3۔ نماز قائم کریں۔
4۔ کبیرہ گناہوں سے بچیں۔
5۔ اپنے غصے پر قابو پائیں اور درگزر سے کام لیں۔
6۔ اپنے رب کی پکار پر لبیک کہیں۔
7۔ آپس کے معاملات باہم مشورہ سے طے کریں۔

درسِ قرآن کے بعد رفیق تنظیم محمد زبیر حفیظ نے سیرت صحابہؓ کے حوالے سے بیان کیا۔ بعدازاں مجتبیٰ قریشی نے والدین کی عظمت کے حوالہ سے درس حدیث دیا۔ نماز عشاء کے بعد بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خطاب سورۃ العصر بذریعہ ویڈیو حاضرین کو دکھایا گیا۔ ساڑھے دس بجے شرکاء کو کھانا پیش کیا گیا۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ رات کا قیام رفقاء نے مسجد ہی میں کیا۔

رات کے آخر پر رفقاء تہجد کے لیے بیدار ہوئے۔ انفرادی نوافل وتلاوت کے بعد نماز فجر ادا کی گئی، جس کے بعد درس قرآن ہوا۔ بعدازاں مقامی ناظم بیت المال جناب امین خان نے تنظیم کی مالیاتی رپورٹ جبکہ معتمد تنظیم انور وڑائچ نے تنظیمی پیش رفت اور سرگرمیوں کی رپورٹ رفقاء کے سامنے پیش کی۔ الحمدللہ، یہ پروگرام بہت مفید رہا۔ صبح 8 بجے رفقاء کو ناشتا پیش کیا گیا۔ ناشتے کے بعد رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

## حلقہ بہاولنگر و بہاولپور کے زیر اہتمام 10 روزہ فہم قرآن وسنت کورس

مسجد جامع القرآن مدینہ ٹاؤن بہاولپور شہر میں 10 روزہ فہم قرآن وسنت کورس کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کی تشہیر کے سلسلہ میں شہر بھر میں بینرز آویزاں کیے گئے، نیز ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے تھے۔ تنظیم کے ترجمان ہفت روزہ ندائے خلافت میں بھی اشتہار دیا گیا تھا۔ امیر حلقہ محمد منیر احمد، مقامی ناظم دعوت وتربیت محمد رضوان عزمی کے ہمراہ بنفس نفیس تشریف لائے تھے۔ الحمدللہ کورس کے دوران ٹائم ٹیبل کے مطابق قرآن مجید کے اڑھائی پارے کی تفسیر کے علاوہ، منتخب احادیث اور تجوید کا درس جاری رہا۔ نیز اہم موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام کیا گیا۔

عوامی حلقوں میں اس کورس کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ فہم دین کورس سے عوام اور رفقاء ونقباء کے علم اور تنظیمی فکر کی پختگی میں اضافہ ہوا۔ کورس کے اختتام پر تین افراد بیعت فارم پُر کر کے تنظیم میں شامل ہوئے۔ کورس ٹائم ٹیبل کے مطابق روزانہ بعداز فجر شروع ہو کر رات گئے تک جاری رہتا۔ اس کے باوجود شرکاء نے اکتاہٹ محسوس نہیں کی۔ کورس کے اختتام پر شرکاء کے جذبات دیدنی تھے۔ انہوں نے انتظامیہ اور اساتذہ کرام بالخصوص امیر حلقہ محمد منیر احمد کا شکریہ ادا کیا اور اعتراف کیا کہ فہم دین کورس کے ذریعے اُن پر دین کے نئے گوشے وا ہوئے۔

امیر حلقہ محمد منیر احمد نے دلنشین اور سادہ پیرائے میں عمدگی کے ساتھ سورۃ البقرہ کے جملہ مضامین تفصیلاً شرکاء کو ذہن نشین کروائے۔ راقم موصوف کے علم، اندازِ بیاں، مضمون پر گرفت، مقصد سے لگن اور انتھک تدریسی جذبہ سے دیگر شرکاء کی طرح متاثر ہوا، اور اس بارے میں جملہ شرکاء کا ہم خیال ہے کہ یہ 10 روزہ کورس اسی ترتیب سے بہاولپور شہر اور ملک کے اطراف واکناف میں تسلسل سے منعقد کیا جائے۔ یہ کورس اپنی جامعیت کے اعتبار سے سالانہ دورۂ ترجمۂ قرآن (رمضان المبارک) کا عکس اور منہج انقلاب نبویؐ کی تشریح محسوس ہوتا ہے۔ کورس میں وقتاً فوقتاً علمائے کرام بھی شریک ہوئے اور دیگر تحریکوں اور تنظیموں کے افراد نے بھی شرکت کی۔ یوں ہم سب نے محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کوششوں کو اپنی آنکھوں سے ثمر آور ہوتے دیکھا۔ اللہ مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، اُن کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور اُن کے درجات بلند ہوں۔ (مرتب: محمد عمر دراز قریشی)

## معمار پاکستان نے کہا

پاکستان 14 اگست 1947ء کو عظیم اسلامی ریاست کی حیثیت سے معرضِ وجود میں آیا۔ یہ دنیا میں پانچویں بڑی اسلامی مملکت ہے۔ پاکستان کا آئین، آئین ساز اسمبلی نے بنانا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ آئین جمہوری اور اسلام کے مسلّمہ قوانین پر مبنی ہوگا۔

(27 فروری 1948ء کو امریکی لوگوں سے ریڈیو پر خطاب)


دماغ اَفروز
قوتِ حافظہ اور دماغ کے لیے زبردست اکسیر

دماغ افروز ایسے اصحاب کے لیے جو دماغی محنت کرتے ہوں، بہترین نعمت ہے۔
دماغ افروز دماغ کی خشکی، سر چکرانا، ذہنی ہیجان اور بے خوابی دور کرنے کی جادو اثر دوا ہے۔
دماغ افروز دماغ کی تمام قوتیں بحال کرتا ہے۔
دماغ افروز بھوک بڑھاتا اور نظام ہاضمہ کو درست کر کے غذا کو جزو بدن بناتا ہے۔
دماغ افروز زندگی کے لیے کیمیا ہے، صحت کے لیے اکسیر ہے اور دماغ کے لیے نعمت ہے۔

اگر آپ کی قوت حافظہ اور ذہن اچھی طرح کام نہیں کرتا تو بہترین شے جو آپ استعمال کر سکتے ہیں وہ ....... دماغ افروز ہے۔
اگر آپ عینک اتارنے کے خواہشمند ہیں تو یہی کورس 2 ماہ کیجیے!
پڑھنے والے بچوں بالخصوص حفظ کرنے والے بچوں کے لیے خاص تحفہ!

حکیم حافظ سید محمد احمد۔ لاہور
0332-8477326 / 042-38477326

His universe now. But for intellectual curiosity it will be good to learn a little more about Him. "He may have created the laws of nature but since creation He has left them pretty much alone. He does not come in and tweak them any more."

A people's concept of God is the first place to look for to get an idea of the corruption that their religion has gone through. Now let us compare the above confusions with Islam's declaration of an All-Knowing, All-Powerful God who created the Universe and who is running it every second. His attributes are best described in the well-known *Ayat-ul-kursi*. Look at this marvelously profound declaration that is beyond any human's capacity to compose but within everyone's ability to feel:

> "Allah! There is no god but He, the Living, the Eternal, Supporter of all. Neither slumber not sleep can seize Him. His are all things in the heavens and on earth. Who is he that intercedes with Him except by His leave? He knows that which is in front of them and that which is behind them, while they encompass nothing of His knowledge except what He wills. His throne extends over the heavens and the earth and He is never weary of preserving them. He is the Most-High, the Supreme." [*Al-Baqarah*; 2:255]

What a tremendously empowering creed! From the smallest to the largest, everything in the universe depends on Him. He depends on none. All other powers are illusory. His is the only real Power. When He is on our side, we need not fear anyone. If He is not pleased with us, the support of the whole world for us will be for naught. Worldly powers try to manipulate people by telling them what they can do ***for*** them and what they can do ***to*** them. But a person informed by Allah-o-Akbar will not be tempted by the first or intimidated by the second. The power of "world powers" evaporates before the shouts of Allah-o-Akbar. In fact, there is no empowerment outside this belief, and no enslavement to other humans with it! We can see why the claimants to power in this world may be threatened by it.

What a tremendously liberating creed! It liberates us from slavery to our own desires also. His knowledge is unlimited. Ours is extremely limited. What can we do except follow His commands? He is watching us all the time. We cannot get away with disobedience because of His oversight. He will judge us and no one will be able to intercede on our behalf except with His permission. We can see why those who are afraid of accountability may be threatened by it.

What a tremendously humbling creed! It reminds us, of our humble station in life with respect to God. As the Quran says at another place:

> "Those who dispute about the Signs of Allah without any authority bestowed on them, there is nothing in their hearts except the quest of greatness, which they will never attain." [*Al-Ghafir*; 40:56]

We can see why those with arrogance may be threatened by it!

This includes the arrogance of science. We see it in the scientist who declares that there is no need to invoke a spiritual hand of God since everything has a rational basis. Or the medical doctor who thinks that he can control the biological processes (Remember the genetic engineering pundits, euthanasia advocates, and population control gurus?). On the other hand, a scientist free of such sickness looks at the workings of this universe, the great design in it, and the tremendous purpose in every creation. And he finds himself compelled to say: *Subhan Allah*, Allah-o-Akbar, Glory be to Allah, Allah is the Greatest. Similarly, a medical doctor constantly finds the Hand of God in the life and death struggles of his patients; some succumb to minor problems, others survive major ones. Allah-o-Akbar!

Allah-o-Akbar is the weapon that gives us the courage to challenge all subjugation, political or intellectual. It makes us turn our attention to the Creator and ignore other creations like ourselves. In the battlefields of jihad, the power of this weapon has been felt by people on both sides of the conflict. In every conflict, the shouts of Allah-o-Akbar instilled fear in the hearts of the oppressors. It boosted the morale of the *mujahideen* with new levels of hope and courage. And that is the way it should be. Because Allah is the Greatest!

**Khalid Baig**

# ALLAH-o-AKBAR

*Allah-o-Akbar*! Allah is the Greatest. These are the first words a Muslim child hears after entering this world. The father makes the call to prayer in his or her ears as the welcome-to-this-world message. The same call is heard wherever there are Muslims, five times a day. The prayers (*salat*) also begin with this pronouncement. Certainly this is the symbol, the cornerstone, as it were, of Islam. There is no power in the world equal to the power of the One God. Allah is the Greatest.

This has been the Islamic message right from the beginning. The very first surah to be revealed to Prophet Muhammad Ç was Surah *Mudathir*. And it contains the command: “And thy Lord, do thou magnify.” [74:3] The Arabic word is *kabbir*. Declare Allah-o-Akbar. Announce that Allah is the Greatest.

The pagans of Arabia did not like it. The Jews and Christians were not happy with it either. The irony is that at the same time all of them professed belief in the statement. The pagans believed in many gods, but did not believe in the Supreme God too. They claimed authority for their smaller gods, but did not claim them to be the bigger than Allah □. Jews and Christians clearly believed in God, the Creator and Lord of the universe. With the exception of a small group of atheists, that remains valid until today, as the US dollar bill announces to the whole world: “In God we trust.” The question is, then, why should anyone have a problem with Allah-o-Akbar? Why feel uneasy with it or feel threatened by it? Is it not saying the same thing that they already agree with? The answer lies in the Islamic concept of God.

In the western literature, God is presented as a wise man (to the feminists, He is increasingly a She). To the mathematician-philosopher, He may be a super mathematician or even a differential equation. To the scientist, He is the First cause that jumpstarted this universe, which is now running on its own. To all of them, He is a good subject for a hobby but is irrelevant to our day-to-day affairs. As one scientist puts it, “I subscribe to Einstein’s religion, It’s an oceanic feeling; there’s that great big thing out there that’s pretty marvelous.” Thing?

Einstein, who reportedly considered himself spiritual but not religious, said, “I want to know how God created this world.” The implication is that He did it once. I am studying and conquering ☞